



دینی تعلیمی ادبی و اصلاحی رسالہ

ماہنامہ
آئینہ حق
دہلی

MONTHLY AAINA-E-HAQUE DELHI

قرآن کریم: انسانی ضرورت اور سرچشمہ ہدایت

ماہِ محرم الحرام، فضائل و اعمال

بے عمل رہنماؤں کا عبرت انگیز انجام

فقہ و فتاویٰ: دینی مسائل

محرم الحرام تاریخ کے آئینے میں

چشم کشا تراشے

مستقبل کی ترقی کا راز

قیمت
₹ 20/-

اگست
2021

مدیر اعلیٰ قاری محمد فاروق جامعہ

باسمہ تعالیٰ

بنا دگار: حضرت مولانا سراج احمد خان صاحب امروہوی خلیفہ حضرت اقدس شاہ مولانا محمد شرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

جامعہ عربیہ سراج العلوم راجیونگر، منڈولی، دہلی ۹۳

ایک نظر میں

ادارہ کا نام: جامعہ عربیہ سراج العلوم

زیر نگرانی: ال انڈیا سراج العلوم ٹرسٹ (رجسٹرڈ) دہلی

سن قیام: ۱۶ جمادی الاول ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز جمعرات

سنگ بنیاد: مورخہ ۱۶ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۹ مئی ۲۰۰۳ء بروز پیر

سرپرستان: حضرت مولانا قاری سید حبیب احمد باندوی مدظلہ جانشین عارف باللہ

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی

حضرت مولانا محمد اسماعیل راجہ حفظہ اللہ سابق مہتمم دارالعلوم زکریا جوگوار گجرات

طلباء و طالبات کی کل تعداد : 235

دارالاقامہ میں مقیم طلباء کی کل تعداد : 110

مدرسین و ملازمین کی کل تعداد : 13

معاون مہتمم: حاجی محمد واعظ حفظہ اللہ پروہی بہار

بانی و مہتمم: قاری محمد فاروق جامعہ

ALL INDIA SIRAJUL ULOOM TRUST

Account No. 1409104000028051 IDBI Bank

Branch C-22A, Yamuna Vihar, New Delhi-110035 (India)

Mob: +91-9811759209

E-mail:

sirajululoom7@gmail.com

بانی و مدیر اعلیٰ سابق حضرت مولانا عظیم الدین واعظ بن حاجی محمد واعظ صاحب

اوراقِ صداقت پر آئینہ حق دیکھیں افکار و مضامین کی تابندہ جھلک دیکھیں
علامہ ظفر حنیف پوری تائی

دینی تعلیمی ادبی و اصلاحی رسالہ

ماہنامہ
آئینہ حقیقت
دہلی

Monthly Aaina-e-Haquee Delhi

August-2021

شمارہ نمبر-8

جلد نمبر-21

ذی الحجہ، محرم الحرام ۱۴۴۳ھ

زیر نگرانی:

حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی صاحب وزارت الاوقاف کویت
حضرت الحاج محمد یوسف دلیانی صاحب ساؤتھ افریقہ
جناب محمد الطاف مانجرا صاحب سنگاپور

زیر نگرانی:

حضرت مولانا محمد عیسیٰ بھام صاحب ساؤتھ افریقہ
حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب الحسینی بھوپالی
جناب ڈاکٹر سید محمد فاروق صاحب دہرہ دون

معاونین:

مولانا محمد واصف نفیس مظاہری



معاونین:

قاری محمد فاروق جامعہ

مجلس ادارت

مولانا مفتی اشتیاق احمد بھوپالی
مولانا محمد شاہد ناصری الحنفی ممبئی
افتخار احمد خاں مینا و ہار دہلی
جناب رضوان ناتھ لوساکاز امبیا



مجلس مشاورت

مولانا نذیر احمد فلاجی ترکیسر گجرات
ابرار احمد ٹکینہ اسسٹنٹ منیجر بیت التمويل کویت
الحاج عبدالقادر لولاٹ ڈربن ساؤتھ افریقہ
ماسٹر بشیر احمد موسیٰ بھائی پٹیل گجرات

نگران توسیع و اشاعت عبدالقیوم واعظ • سرکولیشن منیجر محمد توفیق

سالانہ زر تعاون: سادہ ڈاک 240 روپے۔ بیرون ممالک: یورپ، اسٹریلیا و امریکہ وغیرہ 50 ڈالر، 40 پاؤنڈ
سعودی عرب، کویت، عمان، عرب امارات ہندوستانی کرسی 4500 کے مساوی۔

قانونی مشیر جناب عاطف احمد سہروردی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ دہلی

قانونی چارہ جوئی کا حق صرف دہلی کی عدالت کو ہوگا۔ مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

Owner, Publisher, Printer & Editor Mohd. Farooq Printed at Bharat offset
Printing & Processing 2035, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-110006
Published from office Monthly Aaina-e-Hque, C-18, 2nd Floor
Street-1, Rajive Nagar Mandoli Delhi 110093

مشمولات

نمبر شمار	مشمولات	اصحاب قلم	صفحات
1	اداریہ: جنگ آزادی میں علماء کرام اور مدارس اسلامیہ کا کردار	مدیر اعلیٰ کے قلم سے	3
2	آئینہ قرآن: مستقبل کی ترقی کا راز	مولانا عبید اللہ سندھی	5
3	آئینہ حدیث: بے عمل رہنماؤں کا عبرت انگیز انجام	ڈاکٹر مفتی سعید الرحمن	6
4	نعت پاک: عشق نبوی ﷺ	مولانا سید سلیمان ندوی	7
5	محرم الحرام تاریخ کے آئینے میں	محمد ابوسفیان حسینی	9
6	لڑکی کورشتہ کے انتخاب کا حق اور شادی کے بعد میکہ سے اس کا تعلق!	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	12
7	قرآن کریم: انسانی ضرورت اور سرچشمہ ہدایت	مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی	17
8	جنگ آزادی میں علماء کرام کی خدمات اور ہماری ذمہ داریاں	مولانا تبریز عالم قاسمی	20
9	چشم کشا تراشے	مولانا محمد واصف نفیس مظاہری	24
10	فتنہ و جال	ادارہ	25
11	مختلف خوبیوں کی حامل شخصیت مولانا عبدالמוمن ندوی کا سانچہ ارتحال	ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی	27
12	اسلاف کے آخری لمحات	علامہ مفتی امداد اللہ انور	31
13	انتخاب امیر شریعت کی تاریخ: ایثار و قربانی اور استغنا کے نقوش	مفتی محمد خالد حسین نیوی قاسمی	33
14	ماہ محرم الحرام، فضائل و اعمال	مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	37
15	آئینہ ادب: آخری سردار	ابوبکر عباد	39
16	آئینہ خواتین: اسلام عورت اور یورپ	ابوسعدا احسان الحق شہباز	41
17	آئینہ اطفال: تربیتِ اولاد چند رہنما اصول	محمد سعد صالح	42
18	طب و صحت: امراض و احتیاط آنتوں کے امراض	حکیم شمیم احمد	43
19	فقہ و فتاویٰ: دینی مسائل	دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند	45
20	وفیات	ادارہ	47
21	آئینہ اخبار: ملکی و غیر ملکی خبریں	ادارہ	48

جنگ آزادی میں علماء کرام اور مدارس اسلامیہ کا کردار

کھمدیر اعلیٰ کے قلم سے

وہ مدارس اسلامیہ کے جاں باز علماء کرام ہی تو تھے جنہوں نے ملک میں آزادی کا صور اس وقت پھونکا جب عام طور پر دوسرے سماج و مذاہب کے لوگ خواب غفلت میں مست، آزادی کی اہمیت و افادیت سے یکسر نابلد اور احساس غلامی سے عاری تھے۔ مگر قومی المیہ یہ ہے کہ ۱۵ اگست کا جشن ہو یا یوم جمہوریہ کا تاریخ ساز اور یادگار دن ہو ان مبارک و مسعود موقع پر جب مجاہدین آزادی کی قربانیوں، جاں نثاریوں کو یاد کیا جاتا ہے ان کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے تو علماء کرام اور مجاہدین آزادی کو جنہوں نے وطن کی محبت میں سرشار ہو کر، اپنے وطن کی آزادی کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، مالٹا اور کالا پانی میں ہر طرح کی اذیتیں جھیلیں اور سرفروشی کی ایسی مثال قائم کیں جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ کے اوراق قاصرو عاجز ہیں، ان لوگوں کو سر سے بھلا دیا جاتا ہے، جبکہ ملک کا چپہ چپہ ان کی قربانیوں کا چشم دید گواہ ہے۔

آج ملک میں ایک خاص طبقہ ہے جو اہل وطن کو یہ باہر کرانے میں مصروف ہے کہ یہ مدارس، دہشت گردی کے اڈے ہیں، یہاں آئٹک و ادکی تعلیم دی جاتی ہے، مدرسوں میں ملک مخالف ذہن سازی کی جاتی ہے۔ نعوذ باللہ

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا
ابھی چند دنوں بعد ہم جنگ آزادی کا ۷۵ واں جشن نہایت
تزک و احتشام کے ساتھ منائیں گے، اسی طرح ”یوم جمہوریہ کا
جشن“ بھی اپنی سابقہ روایات کے مطابق ہر سال بڑے دھوم دھام
سے مناتے ہیں۔ لیکن ”جنگ آزادی“ میں مسلمانوں خصوصاً مدارس
اسلامیہ و علماء کرام کی جو حصہ داری رہی ہے۔ وہ آب زر سے لکھنے کے
بعد بھی اگر ہم کہیں کہ اس کا حق ادا نہیں ہوا تو بیجا نہ ہوگا۔ اس کہ باوجود
قوم کی بے حسی اور طرز تغافل الامان الحفیظ۔

اگر تاریخ کے حوالہ سے ہم بات کریں تو مدارس اسلامیہ نے اگر
ایک طرف جہالت و ناخواندگی کا قلع قمع، علوم و فنون کی تعلیم و اشاعت
اور ملت اسلامیہ کی دینی و ملی قیادت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیا تو
دوسری طرف ملک و ملت کے وسیع تر مفاد میں بھی ان مدارس و علماء کی
خدمات اظہر من الشمس ہیں، بالخصوص برطانوی سامراج کے ظلم و ستم
اور غلامی و محکومی سے نجات دلانے اور بنائے وطن کو عروس حریت سے
ہم کنار کرانے میں، مدارس اسلامیہ اور علماء کرام کی قربانیاں ظاہر
و باہر ہیں۔

رحمت اللہ کیرانوی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا احمد اللہ مدرسی، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا رضی اللہ بدایونی، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، امام انقلاب شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، مولانا شوکت علی رامپوری، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا ڈاکٹر برکت اللہ بھوپالی، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا سیف الرحمن کابلی، مولانا وحید احمد فیض آبادی، مولانا سید محمد میاں دیوبندی، مولانا عزیز گل پشاور، مولانا حکیم نصرت حسین فتح پوری، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، ابوالحسن مولانا سجاد پٹوئی، مولانا احمد سعید دہلوی، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، مولانا محمد میاں دہلوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا عبدالحلیم صدیقی، مولانا نور الدین بہاری وغیرہ آسمان حریت کے وہ تابندہ ستارے ہیں انہوں نے محکومی کی شب دیبجور کو تارتار کیا اور ملک کے چپے چپے کو انوار حریت کی صوفشانی سے معمور کیا۔

جب گلستاں کو خوں کی ضرورت پڑی
سب سے پہلے ہماری ہی گردن کٹی
باوجود اس کے کہتے ہیں اہل چمن
یہ چمن ہے ہمارا تمھارا نہیں

مذکورہ بالا مجاہدین، یہ وہی علماء کرام ہیں جو مدارس اسلامیہ کے فضلاء و فیض یافتہ ہیں ایک دو حضرات ایسے ہیں جو باضابطہ کسی مدرسہ کے فارغ نہ تھے لیکن علماء کرام کے باضابطہ صحبت یافتہ ضرور تھے۔ ان میں وہ علماء کرام بھی ہیں (بقیہ صفحہ نمبر 32 پر)

دوسرا طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ دینی و اسلامی مدارس قومی دھارے سے بالکل الگ تھلگ، ملکی و قومی مفادات سے بے پروا ہو کر صرف اپنے مذہبی تعلیم کی اشاعت و تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ یہاں سے پڑھ کر نکلنے والے گروپش کے حالات سے بے خبر اور ملکی و قومی خدمت کے شعور اور احساس سے عاری ہوتے ہیں۔

لیکن مدارس اسلامیہ اور علماء کرام کا شاندار ماضی اس مفروضہ کو قطعاً غلط اور بے بنیاد قرار دیتا ہے، اور تاریخ ہند کی پیشانی پر ثبت، مدارس اسلامیہ کی ملکی و قومی خدمات اور کارناموں کے نقوش پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ مدارس اسلامیہ کے علماء و فضلاء کرام نے ہمیشہ ملکی مفادات کی پاسبانی اور اپنے خون پسینے سے چمنستان بھارت کی آبیاری کی ہے اور ملک کی آزادی کی تاریخ ان قربانیوں سے لالہ زار ہے، چنانچہ ان ہزاروں علماء کرام اور مجاہدین آزادی کی ایک لمبی فہرست ہے جنہوں نے ملک کو آزاد کرانے کی خاطر قربانیاں ہی پیش نہ کیں بلکہ قائدانہ رول بھی ادا کیا ہے۔

خصوصاً حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی، سید احمد شہید رائے بریلوی، مولانا سید اسماعیل شہید دہلوی، مولانا شاہ اسحاق دہلوی، مولانا عبدالحی بڈھانوں، مولانا ولایت علی عظیم آبادی، مولانا جعفر تھانیسری، مولانا عبداللہ صادق پوری، مولانا نذیر حسین دہلوی، مفتی صدر الدین آزر دہ، مفتی عنایت احمد کوری، مولانا فرید الدین شہید دہلوی، سید السطائفہ حاجی امداد احمد مہاجرکلی، امام حریت مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، قاضی عنایت احمد تھانوی، قاضی عبدالرحیم تھانوی، حافظ ضامن شہید، مولانا

آئینہ قرآن

مستقبل کی ترقی کا راز

تشریح: امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ الْآيَةَ لِعَيْنِ اللَّهِ كَاسِ قَانُونِ كُومَانَتِهِ، اس كَاحْتِرَامِ پُر اپنی جان و مال قُرْبَانِ كَرْنِ سَے جی چرانے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا كہ اللہ نے ان كے نفس بھلا دیئے (یعنی اللہ نے ان كو اپنے ذاتی كمالات سَے اندھا كَر دیا) ان كے اندر جو طاقت تھی وہ معطل ہو گئی، وہ احساسِ كمتری (Inferiortiy Complex) میں اس قدر مبتلا ہو گئے كہ وہ سمجھنے لگے كہ ہم كچھ نہیں كرسکتے، حالانكہ ان كے مخالف ان سَے زیادہ قوت نہیں ركھتے۔ اگر وہ كرسکتے ہیں تو یہ كیوں نہیں كرسکتے، مگر خدا نے ان كے پہلے جرم کی سزا میں ان سَے اعتماد علی النفس (خود اعتمادی كا ہونا) چھین لیا ہے۔

نَسُوا اللَّهَ: یعنی کتاب اللہ کے موافق عمل کرنا بھول گئے۔ قانون شکنی کرتے کرتے قانونِ الہی کو بھلا ہی بیٹھے اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے، اللہ کی کتاب کو یاد رکھے اور اس کے موافق عمل کرتا رہے، تو وہ اجتماعی بن جاتا ہے، لیکن جب اسے بھلا دے تو وہ اپنی اجتماعیت بھی بھول جاتا ہے اور انفرادیت پسند (Indivisualis) بن کر رہ جاتا ہے، ایسی حالت میں اس کی زندگی کا

(بقیہ صفحہ نمبر 07 پر)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ
لِغَدٍ، وَاتَّقُوا اللَّهَ، إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ☆ وَلَا
تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ، أُولَٰئِكَ
هُمْ الْفَاسِقُونَ ☆ (٥٩: ١٨، ١٩)

ترجمہ: ”مسلمانو! اللہ سے ڈرو (یعنی اس کے نام سے انصاف کا قانون دنیا میں جاری کرو) ہر ایک انسان اس امر پر غور کرتا رہے کہ اس نے کل کے لئے آج کیا چیز تیار کرنی ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ (یعنی اس کے نام پر انصاف جاری کرنے کا کام زیادہ زور سے کرو) اللہ تمہارے کاموں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ تم ان لوگوں کے مثل نہ بن جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا، پھر اللہ نے انہیں (ان کے نفسوں کو) بھلا دیا، یہی لوگ نافرمان ہیں۔“

یعنی جس قدر زوردار کام ہونا چاہئے وہ زور ابھی پیدا نہیں ہوا، تم انصاف کو نہایت مضبوط بنیادوں پر قائم کرو، ورنہ اقوام کی سرداری تمہیں نہیں مل سکے گی۔ تمہیں اپنی قوم کی سرداری کے لئے جتنا انصاف پسند ہونا چاہئے، اقوام کی سرداری کے لئے اس سے کہیں زیادہ انصاف پسندی کو ترقی دینا ضروری ہے۔

بے عمل رہنماؤں کا عبرت انگیز انجام

کچھ تشریح: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمن

پہلو تہی کرے یا کسی غلط کام سے پرہیز کی تلقین کرے اور خود اس میں مبتلا ہو، چنانچہ فاسد معاشرے میں عوام الناس کے دلوں کو گرمانے والے مذہبی واعظین، ان کے جذبات سے کھیلنے والے سیاسی زعماء اور ان پر مسلط حکمران اسی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ عوام الناس کو تواخوت و بھائی چارہ کی تلقین اور سادگی و قناعت کا درس دیتے نہیں تھکتے، لیکن ان کا اپنا عملی کردار لوگوں میں باہمی تفرقہ، غرور و تکبر، نمود و نمائش، ہوس اقتدار اور حرص مال کا آئینہ دار ہوتا ہے، ایسے افراد انسانی سوسائٹی کے لئے انتہائی مضرت رساں ہوتے ہیں، کیوں کہ عام طور پر لوگ اپنے مذہبی رہنماؤں کے اخلاق و اعمال کی تقلید کرتے ہیں، ان کی زندگی کا تضاد لوگوں کو دین سے دور کرنے کا باعث بنتا ہے، جو انتہائی سنگین جرم ہے، اس لئے نوعیت کے افراد کے بارے میں شعوری بیداری کی ضرورت ہے جو اپنے دو غلے پن سے نسل نو کو اسلام سے دور کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ اس دنیا میں ترقی بھی ان افراد و اقوام کو حاصل ہوتی ہے جو اپنے کہے کو عمل کی شکل دیتے ہیں اور جو محض گفتار کے غازی ہوتے ہیں وہ کبھی بھی کردار کے میدان میں فتح یاب نہیں ہو سکتے، کیوں کہ وہ صفت زہد سے آراستہ ہونے کے

عن أسامة بن زيد رضي الله عنهما: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يؤتى بالرجل يوم القيامة، فيلقى في النار فتندلق اقطاب بطنه فيدور بها كما يدور الحمار بالرحى فيجتمع اليه اهل النار فيقولون يا فلان مالک الم تكن تأمر بالمعروف ولا تنهى عن المنكر فيقول بلى قد كنت آمر بالمعروف و آتیه. (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ فرماتے تھے قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے گا، پھر وہ جہنم میں ڈالا جائے گا، اس کے پیٹ کی آنتیں باہر نکل آئیں گی، وہ ان کو لئے ہوئے اس گدھے کی طرح جو چکی پیتا ہے، چکر لگائے گا اور جہنم والے اس کے پاس اکٹھا ہوں گے، اس سے پوچھیں گے، اے فلاں! کیا تم اچھی بات کا حکم نہیں کیا کرتے تھے اور بری باتوں سے منع نہیں کرتے تھے؟ تو وہ جواب دے گا ہاں میں اچھی باتوں کا حکم تو دیتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔

اس حدیث میں اس امر کی قباحت و شناعة کو بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص نیک عمل کی تبلیغ کرے، لیکن خود اس عمل سے

بجائے جاہ پرستی کے مرض میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس امر کو بڑی ناراضگی کا سبب قرار دیا گیا ہے کہ وہ بات کہی جائے جو عمل سے عاری ہو، چنانچہ فرمان الہی ہے: **كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ** (۳:۶۱) ترجمہ: (بہت بری بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو) اور یہی ناراضگی کا عملی اظہار ہے کہ روز قیامت قول و فعل کا یہ تضاد رکھنے والے اس ہولناک عذاب سے دوچار ہوں گے، کہ ان کی آنتیں پیٹ سے نکل پڑیں گی اور چکی پیسنے والے گدھے کی مانند ان آنتوں کو لئے چکر لگاتے ہوں گے، پھر ان لوگوں کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوں

گے، جن پر وہ اپنی علمیت اور پارسائی کا تاثر قائم کئے ہوئے تھے۔ العیاذ باللہ۔ یقیناً یہ سزا نہایت سنگین ہے، لیکن ان کے جرم کی نوعیت بھی تو اسی قدر سنگین ہے۔

یہ سخت سزا اس لئے ہے کہ اگر ایک رہنما جماعت قوم کے اندر اعلیٰ سے اعلیٰ فرض ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرے تو اسے یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جو لوگ اس فرض کے ادا کرنے میں سستی کریں گے وہ سخت سزا کے مستوجب سمجھے جائیں گے، خدا کے ہاں سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ تم اعلیٰ فرض ادا کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کرو اور پھر کام نہ کرو۔

☆☆☆

بقیہ: آئینہ قرآن

معیار کذب و خیانت بن جاتے ہیں۔ **فَأَنسَهُمْ أَنفُسَهُمْ**: یعنی وہ اپنے کمالات کو بھول گئے، خدا ان کو ان کی اپنی ذاتی قوتوں سے غافل کر دیتا ہے، وہ اجتماعی قوت سے کام کر سکتے ہیں، لیکن اس کے متعلق خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ ہم نہیں کر سکتے، کیوں کہ اب وہ انفرادی الخیال (Individualist Minded) بن چکے ہیں۔ اجتماعیت کا خیال ان کے دلوں سے نکل چکا ہے، اس لئے وہ کسی اجتماعی کام کو کرنے کا اپنے اندر یقین ہی نہیں پاتے۔ انہوں نے اجتماعیت کو چھوڑا انفرادی الخیال ہو گئے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ ان میں احساس کمتری (Ineriority Complex) پیدا ہو گیا، جو انفرادیت پسندی (Individualism) کا لازمی نتیجہ ہے۔ اب ان کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں گزرتا کہ ہم بھی کوئی کام اجتماعی قوت سے کر سکتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ: یعنی یہ لوگ بدمعاش اور نافرمان ہیں، جو لوگ قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں، وہ تو کافر ہیں اور جو قانون کو تسلیم کر کے اسے نہ چلائیں بلکہ قانون شکنی کو اپنی عادت بنالیں وہ فاسق ہیں، بدمعاش ہیں۔ کبھی کبھار غلطی سے قانون کی خلاف ورزی کرنے سے انسان فاسق نہیں بن جاتا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ: یعنی ان کی طرح نہ ہو بلکہ تمہیں اپنے قرآن کی حکومت قیصر و کسریٰ کے ممالک پر جاری کرنے کے

☆☆☆

لئے ہر وقت تیار ہونا چاہئے۔

عشق نبوی ﷺ

کچھ مولانا سید سلیمان ندوی

عشق نبوی ﷺ دردِ معاصی کی دوا ہے
ظلمتِ کدہ دہر میں وہ شمعِ ہدیٰ ہے
پڑھتا ہے درود آپ ﷺ ہی تجھ پر ترا خالق
تصویر پہ خود اپنی مصور بھی فدا ہے
وہ نورِ نبی ﷺ از نورِ خدا ہے
بندہ کو شرف، نسبتِ مولا سے ملا ہے
احمد ﷺ سے پتہ ذاتِ احد کا جو ملا ہے
مصنوع سے صانع کا پتہ سب سو چلا ہے
آمد سے تری اے ابرِ کرم رونقِ دنیا ہے قائم
تیرے ہی لئے یہ گلشنِ ہستی بھی بنا ہے
فردوس و جہنم تری تخلیق سے قائم
یہ فرق بد و نیک ترے دم سے ہوا ہے
فرمانِ دو عالم تری توقع سے نافذ
تیری ہی سفاعت پہ رحیمی کی بنا ہے
لے جائے گا منزل سے بہت دور بشر کو
جو جادہ سفر کا ترے جادہ کے سوا ہے

☆☆☆

محرم الحرام تاریخ کے آئینے میں

کھ از: محمد ابوسفیان حسینی

تعلق چاند سے جوڑا گیا۔ یہ تقویم خالق کی بنائی چیز سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں کسی پیوند کاری کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسلام چونکہ سادہ، عجز و انکساری والا آسان مذہب ہے (لا اکراہ فی الدین)۔۔۔ لہذا چاند کے ذریعے ہر علاقہ کے لوگ خواہ پہاڑوں میں رہتے ہوں یا کہ جنگلوں میں۔۔۔ خواہ جزیروں میں۔ ان کے لئے آسان ہے کہ اپنے معاملات چاند کے مطابق طے کریں۔ اس میں کوئی مشکل و پیچیدگی نہیں۔ پڑھے لکھے اور ان پڑھ سب آسانی سے حساب کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس دیگر تقویمیں ہر آدمی آسانی سے معلوم نہیں کر سکتا۔ جبکہ چاند ہر جگہ نکلتا ہے۔ کسی مشکل حساب کتاب کی ضرورت نہیں۔ جبکہ دوسری تاریخوں میں یہ بات نہیں۔ اسلام چوں کہ دینِ فطرت اور عدل و انصاف کا دین ہے۔ اس میں مساوات و ہمہ گیری ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا۔ کہ اسلامی مہینے ادا بدلتے آیا کریں۔ لہذا قمری تقویم کو بنیاد قرار دیا گیا۔ اگر اسلام دیگر اقوام کے طریق کو اپنالیتا یا گوارہ کر لیتا جیسے شمسی (عیسوی) تقویم تو ماہِ صیام کسی ایک مقام پر ہمیشہ ایک ہی موسم میں آیا کرتا جس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا کہ نصف دنیا کے مسلمان جہاں موسم سرد اور دن چھوٹے ہوتے ہمیشہ آسانی میں رہتے۔ اسی طرح سفر حج کا بھی یہی حال رہتا۔

ہمارا نظریہ دینِ اسلام ہے، اس کی بنیاد علاقائیت، وطنیت، نسل پرستی یا زبان نہیں ہے، بلکہ ہمارا دین اسلام نہ صرف مذہب ہے بلکہ ضابطہٴ حیات ہے، ہر قوم کا کوئی نہ کوئی کیلنڈر رہا ہے۔ یہودیوں کا سنہ ۲۷۰۰ ق م سے شروع ہوتا ہے، عیسوی سنہ کی ابتداء حضرت عیسیٰؑ کے یوم ولادت سے ہوتی ہے، اس طرح بکرمی سنہ کی ابتداء مہاراجہ بکرماجیت کو ساکھا قوم پر فتح حاصل ہونے کے واقعے سے ہوتی ہے، اس طرح سنہ ہجری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت مدینہ کی یاد دلاتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا یہ سفر آٹھ ربیع الاول کو ہوا۔ جو عیسوی سنہ کے مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کا واقعہ ہے، یہیں سے اسلامی سال کی ابتداء ہوتی ہے، جس کو سیدنا فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں نافذ کیا اور اسی سال یکم محرم الحرام سے اسلامی سنہ کی ابتداء کی گئی۔ گویا پہلی اسلامی صدی کا آغاز ۱۶ جولائی ۶۲۲ء کو ہوا۔ اس امر میں بھی ایک عجیب حکمت پنہاں ہے کہ جب پہلی اسلامی صدی کی ابتداء ہوئی تو یکم محرم الحرام کو جمعہ کا دن تھا۔

قمری تقویم اور اس کے فوائد

اگر ہم سنہ ہجری کا دوسرے مروجہ سنین سے تقابل کر کے دیکھیں تو یہ سنہ بہت سی باتوں میں دوسروں سے منفرد و ممتاز نظر آتا ہے۔ سنہ ہجری کی ابتداء چاند کو بنایا گیا اور اسلامی مہینوں کا

محرم الحرام اور تاریخ انسانیت

(۱۵) اسی ماہ امام الانبیاء خاتم المعصومین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چند سال قبل ابرہہ بیت اللہ پر حملہ کی نیت سے نکلا۔ تو اللہ نے ابابیلوں کا لشکر بھیج کر اسے تباہ و برباد کر دیا۔

محرم الحرام اور تاریخ اسلام

ذیل میں ہم تاریخ اسلام کے اُن واقعات پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں جو محرم میں رونما ہوئے:

- (۱) شعب ابی طالب کی محسوری جو یکم محرم ۴ نبوی۔
- (۲) نکاح سیدہ فاطمہ الزہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ سیدنا علیؑ ۲ ہجری۔
- (۳) غزوہ غطفان ۳ ہجری۔
- (۴) نکاح سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ سیدنا عثمان غنیؓ۔
- (۵) سلاطین عالم کو دعوت اسلام ۷ ہجری۔
- (۶) غزوہ خیبر ۷ ہجری۔
- (۷) وفد اشعرین کا قبول اسلام ۷ ہجری۔
- (۸) نکاح ام المومنین سیدہ صفیہؓ ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
- (۹) غزوہ وادی القریٰ ۷ ہجری۔
- (۱۰) عام الوفود ۹ ہجری۔
- (۱۱) تقرر عاملین زکوٰۃ ۹ ہجری۔
- (۱۲) طاعون عمواس ۱۸ ہجری۔
- (۱۳) امارت سیدنا امیر معاویہؓ ۱۹ ہجری۔

طلوع اسلام سے قبل بھی تاریخ انسانیت کے بے شمار واقعات محرم الحرام میں رونما ہوئے۔ یہ واقعات محض اتفاقی یا حادثاتی نہ تھے۔ بلکہ قسام ازل کا اہل فیصلہ تھا جو ہونا تھا اور ہو کر رہا۔ ذیل میں چند اُن واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں جو محرم الحرام میں ظہور پذیر ہوئے:

- (۱) اس ماہ میں کائنات کی تخلیق ہوئی۔
- (۲) حضرت آدمؑ پیدا ہوئے۔
- (۳) حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔
- (۴) حضرت آدمؑ کو خلافت کا تاج پہنایا گیا (انی جاعل فی الارض خلیفۃ:)
- (۵) سیدنا ادریسؑ کو درجات عالیہ عطا ہوئے۔
- (۶) کشتی نوحؑ کوہ جودی پہ ٹھہری۔
- (۷) سیدنا ابراہیمؑ کو منصب و مقام خلیل سے سرفراز فرمایا گیا۔
- (۸) سیدنا یوسفؑ صدیق اللہ کو جیل سے رہائی ملی۔
- (۹) سیدنا یعقوبؑ کی بینائی لوٹائی گئی۔
- (۱۰) سیدنا یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی ملی۔
- (۱۱) فرعون غرق نیل ہوا اور موسیٰؑ کلیم اللہ کو کامیابی عطا ہوئی۔
- (۱۲) سیدنا عیسیٰؑ کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا۔
- (۱۳) اس روز قیامت آئے گی۔
- (۱۴) اسی ماہ یوم عاشورہ کو اہل مکہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھاتے تھے اور اس دن کو یوم الزینۃ کہتے تھے۔

- (۱۴) خلافت سیدنا عثمان غنیؓ یکم محرم ۲۴ ہجری۔
- (۱۵) فتح قبرص ۸۲ ہجری۔
- (۱۶) خلافت سیدنا علی المرتضیٰؓ ۳۴ ہجری۔
- (۱۷) جنگ صفین ۳۷ ہجری۔
- (۱۸) فتوحات افریقہ ۴۵ ہجری۔
- (۱۹) ابو مسلم کا خراسان پر قبضہ ۱۳۱ ہجری۔
- (۲۰) بنو امیہ کا قتل عام ۱۳۳ ہجری۔
- (۲۱) قیصر روم کی شکست ۱۳۸ ہجری۔
- (۲۲) مسجد نبویؐ کی توسیع ۱۶۱ ہجری۔
- (۲۳) مصر پر عیسائیوں کا قبضہ ۳۰۹ ہجری۔
- (۲۴) نوحہ ماتم کی ابتداء ۳۵۲ ہجری۔
- (۲۵) ہلاکونے بغداد کو تاراج کیا ۲۵۲ ہجری۔
- (۲۶) حکومت شیر شاہ سوری ۹۴۷ ہجری۔
- (۲۷) دارالعلوم دیوبند کا قیام ۱۵ محرم ۱۲۸۳ ہجری۔
- (۲۸) کعبۃ اللہ پر بے ادب ٹولے کا حملہ ۱۴۰۰ ہجری۔
- (۲۹) صدر ضیاء الحق کی شہادت اور حکومت کا خاتمہ ۱۴۰۹
- (۳۰) بے نظیر کی پہلی حکومت کا تختہ الٹا ۱۴۱۱ھ۔
- (۳۱) نواز شریف کو حکومت سے فارغ کیا گیا۔
- (۳۲) یوم فاروق اعظمؓ کی چھٹی منظور کی گئی یکم محرم ۱۴۱۵
- (۱) امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ مدفون دین پور۔
- (۲) شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک۔
- (۳) شیخ الادب مولانا محمد اعجاز علیؒ مدرس دارالعلوم دیوبند
- (۴) حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخوئیؒ مدفون دین پور
- (۵) مفتی عبدالحکیم سکھرویؒ۔
- ماہ محرم الحرام میں وفات یا شہادت پانے والی
چند شخصیات
- (۱) سیدنا ابو عبیدہؓ بن الجراح۔
- (۲) شہادت داماد علیؓ سیدنا عمر فاروقؓ۔
- (۳) شہادت سیدنا ابوالیوب انصاریؓ۔
- (۴) سیدنا عبدالرحمنؓ بن ابی بکر صدیقؓ۔
- (۵) سیدنا سعدؓ بن ابی وقاصؓ۔
- (۶) اُم المؤمنین سیدہ جویریہؓ۔
- (۷) سیدنا سمرہؓ بن جندبؓ۔
- (۸) شہادت سیدنا حسینؓ ابن علی المرتضیٰؓ۔
- (۹) سیدنا عبداللہ بن عمر فاروقؓ۔
- (۱۰) حضرت یوسفؓ بن تاشقینؒ۔
- (۱۱) حضرت بابا فرید گنج شکرؒ۔
- (۱۲) مرزا مظہر جان جاناؒ۔
- (۱۳) علامہ انور شاہ کشمیریؒ۔
- (۱۴) مولانا سید اصغر حسینؒ۔
- (۱۵) شہید ملت لیاقت علی خانؒ۔
- (۱۶) مولانا محمد احمد تھانویؒ۔
- (۱۷) سید منیر احمد شہیدؒ۔
- (۱۸) شہادت سید منظور شاہ ہمدانیؒ۔

لڑکی کو رشتہ کے انتخاب کا حق

اور شادی کے بعد میکہ سے اس کا تعلق!

کچھ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں ایک اہم ترین نعمت اولاد ہے، اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں شامل ہیں، اگر بچوں کی پیدائش کے وقت ان کی جسمانی کیفیت اور قویٰ کو دیکھا جائے تو اس لحاظ سے ان کی پرورش کوئی آسان بات نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے دل میں ان کے لئے محبت کا اتھاہ خزانہ رکھ دیا ہے، وہ خوبصورت ہو یا بد صورت، خوش اخلاق ہو یا بداخلاق، یہاں تک کہ والدین کا فرمانبردار ہو یا نافرمان، ماں باپ ان سے محبت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، یہی محبت ان کی پرورش و پرداخت کا ذریعہ بنتی ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے کہ جو زیادہ کمزور ہوتا ہے، اس کی طرف والدین کی توجہ بڑھ جاتی ہے، وہ صحت مند کے مقابلہ بیمار اور جوانی کی دہلیز پر پہنچی ہوئی اولاد کے مقابلہ کم عمر، کم سن اور کم شعور بچوں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں، اسی اصول پر بیٹوں کے مقابلہ بیٹیوں کے لئے بعض پہلوؤں سے ان کی فکر بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں ایک اہم ترین نعمت اولاد ہے، اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں شامل ہیں، اگر بچوں کی پیدائش کے وقت ان کی جسمانی کیفیت اور قویٰ کو دیکھا جائے تو اس لحاظ سے ان کی پرورش کوئی آسان بات نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے دل میں ان کے لئے محبت کا اتھاہ خزانہ رکھ دیا ہے، وہ خوبصورت ہو یا بد صورت، خوش اخلاق ہو یا بداخلاق، یہاں تک کہ والدین کا فرمانبردار ہو یا نافرمان، ماں باپ ان سے محبت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، یہی محبت ان کی پرورش و پرداخت کا ذریعہ بنتی ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے کہ جو زیادہ کمزور ہوتا ہے، اس کی طرف والدین کی توجہ بڑھ جاتی ہے، وہ صحت مند کے مقابلہ بیمار اور جوانی کی دہلیز پر پہنچی ہوئی اولاد کے مقابلہ کم عمر، کم سن اور کم شعور بچوں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں، اسی اصول پر بیٹوں کے مقابلہ بیٹیوں کے لئے بعض پہلوؤں سے ان کی فکر بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔

اولاد کی فطرت میں بھی یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ ماں باپ کے جتنے زیادہ محتاج ہوتے ہیں، اتنے ہی زیادہ اپنے والدین سے لگے چمٹے رہتے ہیں، شیر خوار بچہ غذا کھانے والے بچوں

(ابوداؤد، حدیث نمبر: ۶۴۱۵)

مگر جب سماج میں بگاڑ آتا ہے تو عورتوں کے ساتھ خود

علاحدگی حاصل کرنا آسان نہیں ہوتا، وہ جسمانی طور پر بھی کمزور ہوتی ہے اور حفاظتی ضرورت نیز فطری عوارض کی وجہ سے کسب معاش کے میدان میں بھی مرد سے پیچھے ہوتی ہے؛ اس لئے وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ رشتہ کے انتخاب میں اس کی پسند کا خیال رکھا جائے۔

ایک لڑکی کا نکاح اس کے والد نے اس کی پسند کے خلاف کر دیا، انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رشتہ کو رد فرمایا۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۱۰۱۲) اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ باپ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی پسند بیٹی پر تھوپ دے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر والد نے لڑکی کی ناپسندیدگی کے باوجود اس کا رشتہ طے کر دیا تو لڑکی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے، نہ یہ بے حیائی ہے اور نہ بغاوت اور نہ والد کی عدول حکمی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طے فرمایا تو حضرت فاطمہؓ کی مرضی معلوم کی، پھر یہ قدم اٹھایا؛ لیکن آج کل مزاج، معاشی صورت حال، معیار زندگی اور معیار تعلیم کا فرق کئے اور لڑکیوں سے ان کی مرضی معلوم کئے بغیر ان کا رشتہ طے کر دیا جاتا ہے، یہ ظلم اور ایک غیر شرعی عمل ہے۔

راقم الحروف کو بعض احباب کی خواہش پر دہلی میں ایک نکاح پڑھانے کا موقع ملا، عاقدین کا تعلق غالباً میوات سے تھا، میں نے خطبہ دینے سے پہلے لڑکی کے والد کو قریب بلایا اور ان

اپنوں کی طرف سے بڑی زیادتی ہوتی ہے، یہ صورت حال آج بھی ہے اور پہلے بھی رہی ہے، خود ہمارے ملک میں برادران وطن کا تصور تھا کہ عورت اپنی اصل کے اعتبار سے مرد کی ملکیت ہے، شادی سے پہلے وہ باپ کی ملکیت میں ہے اور باپ کو اختیار ہے کہ وہ جہاں اور جس سے چاہے اپنی بیٹی کی شادی کر دے اور شادی کے بعد وہ شوہر کی ملکیت ہے؛ اسی لئے ان کے یہاں شادی کو ”کنیا دان“ کہا گیا، وہ باپ اور شوہر کی ملکیت سے اپنی مرضی سے آزاد نہیں ہو سکتی؛ چنانچہ ان کے یہاں طلاق کا تصور نہیں تھا، یہاں تک کہ ”ستی“ کی رسم قائم ہوئی، اسلام نے عورتوں کو عزت کا مقام دیا، ان کو قریب قریب مردوں کے برابر حقوق دیئے، والدین پر نہ صرف ان کی پرورش اور نگہداشت کی ذمہ داری رکھی؛ بلکہ مختلف مواقع پر فطری حالات کی رعایت کرتے ہوئے لڑکیوں کا زیادہ خیال رکھا۔

مگر افسوس کہ آج مسلم معاشرہ میں بھی لڑکیوں کے ساتھ بڑی ظلم و زیادتی ہوتی ہے، ان میں دو باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں، جن کا اثر لڑکی کی پوری زندگی پر پڑتا ہے، ایک: رشتہ نکاح میں لڑکیوں کی رضامندی اور خوشنودی کا لحاظ نہ کرنا، شرعاً جیسے لڑکے کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہو سکتا، اسی طرح لڑکی کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہو سکتا؛ بلکہ لڑکوں سے بڑھ کر لڑکیوں کی رضامندی کا لحاظ کرنا ضروری ہے، اگر رشتہ میں موافقت نہیں ہوئی تو لڑکا تو طلاق دے کر اپنا دامن چھڑا سکتا ہے، وہ جسمانی اعتبار سے بھی طاقتور اور کسب معاش کی جدوجہد کا اہل ہوتا ہے؛ لیکن لڑکی کے لئے شوہر سے

تجربہ پر مبنی ہوتا ہے اور یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جو رشتے اولیاء کو اعتماد میں لئے بغیر کئے جاتے ہیں، اکثر ناکام ثابت ہوتے ہیں، ان میں عقل کے بجائے جذبات اور مصلحت کے بجائے خواہشات کا زور ہوتا ہے؛ لیکن بہر حال یہ بات ملحوظ رکھنی ضروری ہے کہ شریعت نے بالغ لڑکوں اور لڑکیوں کو فیصلہ کرنے کا حق دیا ہے اور ان کے اولیاء کو صرف مشورہ دینے کا۔

جب کوئی رشتہ لڑکے یا لڑکی پر زبردستی تھوپ دیا جاتا ہے تو وہ اول دن سے ہی تلخیوں اور کڑواہٹوں کا شکار ہوتا ہے اور نکاح کا جو اصل مقصد ہے: پرسکون زندگی کا حصول: لتسکنوا الیہا (روم: ۱۲) وہی فوت ہو جاتا ہے، اس لئے اس سے بچنے کی ضرورت ہے، بالخصوص موجودہ دور میں جب کہ تعلیم میں لڑکیاں لڑکوں پر سبقت حاصل کر رہی ہیں اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو کر کامیابی کے ساتھ ملک و قوم کی خدمت کر رہی ہیں، تو ہرگز یہ رویہ درست نہیں ہو سکتا کہ ان کو اپنی ذات کے معاملہ میں فیصلہ کرنے سے محروم کر دیا جائے۔

دوسرا اہم مسئلہ جو بے حد سنگین ہے اور جس کی وجہ سے بعض اوقات خودکشی جیسے واقعات بھی پیش آ جاتے ہیں، وہ ہے شادی کے بعد لڑکی کا اپنے میکہ سے تعلق، یہ بات معاشرہ میں زبان زد ہو گئی ہے کہ جس گھر میں ”ڈولی“ جائے اس گھر سے ”ڈولا“ نکلے، یعنی لڑکی جب اپنی سسرال جائے تو وہ یہ سمجھ کر جائے کہ اسے پوری زندگی وہیں گزارنا ہے، یہ اس حد تک تو صحیح ہے کہ لڑکیوں کو تیار کیا جائے کہ زندگی میں سرد و گرم حالات آتے ہیں، ان کو برداشت کر کے رشتہ نکاح کو قائم رکھنے کی

سے دریافت کیا: کیا آپ نے نکاح کی اجازت لے لی ہے؟ کہنے لگے: کیا مطلب؟ میں نے کہا: لڑکی سے اس رشتہ کے بارے میں پوچھ لیا ہے؟ کہنے لگے: میں اس کا باپ ہوں، میں اس سے پوچھوں گا اور اجازت لوں گا؟ ظاہر ہے اس طرح کی بات اس وقت پیش آتی ہے جب سماج میں اس طرح کا مزاج بنا ہوا ہو؛ اس لئے آج بھی دیہات اور قریہ جات میں بسنے والے بہت سے ناخواندہ اور کم پڑھے لکھے لوگ لڑکی سے نکاح کی پسند معلوم کرنے کو ضروری نہیں سمجھتے۔

اسی طرح اگر کسی لڑکی نے کسی خاص لڑکے سے نکاح کا رجحان ظاہر کر دیا تو اس کو بہت ہی بُرا سمجھا جاتا ہے، گھر میں قیامت آ جاتی ہے، ہر آدمی اس لڑکی کو لعنت ملامت کرتا ہے اور ہر طرف سے اس پر طعن و تشنیع کے تیر برسنے لگتے ہیں، یہ غیر اسلامی اور جاہلانہ طرز فکر ہے، بعض خواتین نے کسی خاص مرد سے نکاح کا ارادہ کیا؛ مگر ان کے اولیاء رکاوٹ بننے لگے تو قرآن نے اس طرز عمل کو منع فرمایا اور اولیاء کو صاف طور پر کہا گیا کہ انہیں اس میں رکاوٹ بننے کا کوئی حق نہیں ہے:

فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجہن (بقرہ:

۲۳۲) متعدد صحابیات کے واقعات موجود ہیں کہ انھوں نے اپنی پسند سے اپنا نکاح کیا، خود ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کے نکاح میں ام المومنین ہی نے پیش قدمی فرمائی تھی؛ اس لئے یہ ضرور ہے کہ نوجوان لڑکے ہوں یا لڑکیاں، ان کو اپنے رشتہ کے سلسلہ میں اولیاء کے مشورہ کو خصوصی اہمیت دینی چاہئے؛ کیوں کہ عموماً ان کا مشورہ محبت اور

خدا نخواستہ اس کا انتقال ہو گیا تب بھی بعض اوقات عورتیں اسی صورت حال سے دوچار ہوتی ہیں۔

اگرچہ اس ظلم و زیادتی کے مختلف عوامل ہیں؛ لیکن ایک اہم سبب یہ تصور ہے کہ شادی ہو جانے کے بعد لڑکی کا اپنے میکہ میں کوئی حق نہیں ہے، وہ اس کے لئے پرایا گھر ہے، ایسی بے سہارا لڑکیاں جب کوئی جائے پناہ نہیں پاتیں، نہ والدین ان کو قبول کرنے کو تیار ہیں نہ سسرال والے، تو ان پر مختلف قسم کا رد عمل ہوتا ہے، بعض لڑکیاں ڈپریشن کا شکار ہو کر دماغی عارضہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں، بعض خودکشی کر لیتی ہیں، وہ سمجھتی ہیں کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو چکی ہے، لڑکیوں کی خودکشی کے بہت سے واقعات اس طرح پیش آرہے ہیں، بعض اوقات کوئی راستہ نہ پا کر وہ گھر سے باہر نکل جاتی ہیں اور مستقل طور پر غلط راستے پر پڑ جاتی ہیں اور بعض اوقات کسی غیر مسلم کے ساتھ اپنی شادی رچا لیتی ہیں، لوگ ایسی لڑکیوں کو لعنت ملا مت کرتے ہیں؛ لیکن ان واقعات کے پیچھے جو حالات کارفرما ہیں، ان پر غور نہیں کرتے اور جن لوگوں نے اس کا ارتکاب کیا ہے، ان کو تنبیہ نہیں کی جاتی۔

بنیادی طور پر یہ بات سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے کہ لڑکی کا نکاح کے بعد بھی اپنے میکہ اور والدین سے تعلق باقی رہتا ہے اور جیسے والدین کی املاک میں بیٹے کا حق ہوتا ہے، بیٹیوں کا بھی حق ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری لمحات میں تین باتوں کی خاص طور پر نصیحت فرمائی، ایک: بیوہ عورت کے ساتھ حسن سلوک، دوسرے: یتیم بچوں کے ساتھ،

کوشش کرنی چاہئے، اس پس منظر میں لڑکیوں کو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اب سسرال تمہارا اپنا گھر ہے اور میکہ پرایا؛ لیکن اس کا ایک منفی پہلو یہ ہے کہ لڑکیوں کے ذہن میں یہ بات بٹھادی جاتی ہے کہ چاہے شوہر سے موافقت ہو یا نہ ہو، چاہے شوہر ظلم و زیادتی کا مرتکب ہو؛ لیکن بہر حال رہنا اسی کے ساتھ ہے، جب ماں باپ اس طرح کی بات کہتے ہیں تو یہی بات لڑکی کے بھائیوں کے ذہن میں گھر کر جاتی ہے اور بیٹی کا اپنے میکہ میں آنا بھواجوں کے دل میں تو بہت ہی کھٹکنے لگتا ہے، وہ ان کے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک کرتی ہیں، جو کسی بن بلائے مہمان کے ساتھ کیا جاسکتا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے اپنی سسرال میں اس کا گزر نہ ہو سکے تو اس غریب پر قیامت آ جاتی ہے؛ حالاں کہ ایسا صرف لڑکی کی بد مزاجی سے نہیں ہوتا ہے، لڑکے اور ان کے گھروالوں کی بداخلاقی کی وجہ سے بھی ہوتا ہے، یہاں تک کہ بعض دفعہ اس کو سسرال سے نکال دیا جاتا ہے، کبھی تو بچوں کا بوجھ بھی اس کے کاندھوں پر رکھ دیا جاتا ہے اور کبھی حد درجہ شقاوت کا اظہار کرتے ہوئے بچے بھی اس کی گود سے چھین لئے جاتے ہیں، اگر ان حالات میں میکہ بھی اس کے لئے پرایا گھر بن جائے تو وہ اپنے آپ کو بالکل بے سہارا محسوس کرتی ہے، یہ ایک بے حد تکلیف دہ صورت حال ہے جو سماج میں پیش آتی ہے، اگر شوہر نے دوسری شادی کر لی تو شادی تو وہ شریعت کا نام لے کر کرتا ہے؛ لیکن دوسری شادی کے بعد اسلام میں عدل و انصاف کے جو احکام دیے گئے ہیں، ان کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے، اگر شوہر نے یہ رویہ اختیار کیا، یا طلاق دے دی، یا

حدیث نمبر: ۳۰۷۲) اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی اپنی ضروریات سے بچی ہوئی دولت میں ایک حد تک اس کے ورثاء کا حق ہوتا ہے، جس میں بیٹی بھی شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر باپ کوئی ایسا قدم اٹھائے جس کی وجہ سے وہ حق سے محروم ہو جائے تو باپ گناہ گار ہوتا ہے۔

فقہاء نے شریعت کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے کہا ہے کہ شادی تک لڑکیوں کا نفقہ باپ پر واجب ہے اور چاہے لڑکی کسب معاش پر قادر ہو، اگر باپ کے اندر نفقہ ادا کرنے کی صلاحیت ہو تو وہ بیٹی سے مطالبہ نہیں کر سکتا کہ وہ خود کمائے، اگر خدانخواستہ وہ مطلقہ ہو جائے اور شوہر چھوڑ دے تو جیسے پہلے اس پر اس لڑکی کی پرورش کی ذمہ داری تھی، اب دوبارہ اس پر یہ ذمہ داری عائد ہو جائے گی: واذا طلقت وانقضت عدتها عادت نفقها علی الاب (فتح القدیر: ۴-۴۱۰)

اس لئے یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کہ شادی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لڑکی کا اپنے خاندان اور اپنے ماں باپ سے تعلق ختم ہو گیا، اب وہ اس گھر کے لئے بے گانہ اور پرانی ہو گئی؛ بلکہ جتنا حق اس میں بیٹوں کا ہے، مقدار کے فرق کے ساتھ اسی طرح بیٹیوں کا بھی حق ہے، نہ ماں باپ اس کو مشکل حالات میں میکہ آنے اور یہاں بسنے سے روک سکتے ہیں، نہ بھائی اور بھوجیں ان کو ان کے حق سے محروم کر سکتے ہیں اور مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ ظلم و زیادتی سہتے ہوئے سسرال میں ہی اپنا وقت گزاریں !!!

☆☆☆

تیسرے: نماز کا اہتمام، (شعب الایمان، عن انس حدیث نمبر: ۲۳۵۰۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے کسی یتیم یا بیوہ کی کفالت کی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ میں جگہ دیں گے اور جنت میں داخل فرما دیں گے، (المعجم الاوسط، حدیث نمبر: ۲۹۲۹) اگرچہ یہ ارشاد بیوہ اور یتیم کے بارے میں ہے؛ لیکن جس عورت کا شوہر اسے چھوڑ دے یا گھر سے بے گھر کر دے اور اس سے پیدا ہونے والے بچوں سے آنکھیں موند لے وہ عورت بھی اپنی صورت حال کے اعتبار سے بیوہ ہی کے درجہ میں ہوتی ہے اور ان بچوں کو بھی یتیموں کی سی ہی زندگی گزارنی ہوتی ہے؛ اس لئے ان کے ساتھ حسن سلوک پر وہی اجر حاصل ہوگا، جس کا وعدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیواؤں اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک پر کیا ہے اور پھر بیٹی بہن کے ساتھ حسن سلوک میں تو صلہ رحمی کا پہلو بھی ہے، جس کی قرآن میں بھی اور حدیث میں بھی بہت تاکید فرمائی گئی ہے۔

باپ کے مال میں مقدار کے فرق کے ساتھ بیٹی کا بھی اسی طرح حق ہوتا ہے، جیسے بیٹوں کا ہوتا ہے؛ اسی لئے اس کے ترکہ سے جو رشتہ دار کسی صورت محروم نہیں ہو سکتے، وہ چھ ہیں، ان میں بیٹا بھی ہے اور بیٹی بھی۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۵-۱۹۴) اگرچہ ترکہ کی تقسیم میں ترکہ کے مطالبہ کا حق مورث کی موت کے بعد حاصل ہوتا ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص اپنے کسی وارث کو محروم کرنے کی تدبیر کرے، خواہ بیٹا ہو یا بیٹی، تو وہ شرعاً گناہ گار ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے حصہ سے اس کو محروم کر دیں گے۔ (ابن ماجہ،

قرآن کریم

انسانی ضرورت اور سرچشمہ ہدایت

کھ مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

جن کے ادراک کے لیے عقل کی ضرورت پیش آتی ہے اور بہت سی چیزیں ہمیں وحی کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً زید کالا ہے یا گورا ہے آنکھ سے دیکھ کر جان لیا جاتا ہے اس سے آگے یہ کہ اس کے ماں باپ ہیں گرچہ ہم نے اس کے ماں باپ کو نہیں دیکھا؛ لیکن عقل کہتی ہے کہ زید بغیر ماں باپ کے وجود میں نہیں آیا۔ اس سے آگے ایک تیسرا مرحلہ آتا ہے کہ زید کس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا، اس کے اوپر کیا حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں اس کے لیے وحی الہی کی ضرورت ہے۔ معلوم ہوا کہ ہدایت عقل کے آگے انسان ایک آسمانی روشنی کی تلاش میں ہے، یہی ربانی ہدایت ہے، اللہ کا ارشاد ہے: آپ فرمادیں کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے جس سے دنیا والوں کو رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ (البقرہ: 120)

امام غزالیؒ لکھتے ہیں: علوم عقلیہ غذا کے مانند ہیں اور علوم شرعیہ دوا کے مانند ہیں۔ بسا اوقات مریض انسان کو غذا نقصان پہنچاتی ہے جب کہ دوا فوت ہو جائے، اسی طرح قلوب کی بیماریوں کے علاج کے لیے وہی دوائیں مفید ہوں گی جو شریعت سے مستفاد ہوں اور یہ ضمانت کہ قرآن ہی اس ضرورت کو پورا کر سکتا ہے، اس کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ یہی ایک

قرآن مجید اللہ کی کتاب بھی ہے اور اس کا کلام بھی۔ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن کریم کو یہ امتیاز بخشا کہ اسے آخری آسمانی کتاب بنایا، ہر قسم کی کمی زیادتی سے محفوظ رکھا اور ہر نوع کی تحریف و تبدیلی سے پاک قرار دیا، ارشاد باری ہے: اور سچ و انصاف کے اعتبار سے تیرے رب کے کلمات کامل ہیں۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔ (الانعام: 115) غور کیا جائے تو صرف اس ایک آیت کریمہ میں قرآن مجید کی چار اہم صفات ذکر کی گئی ہیں: (1) قرآن پاک مکمل ہے اس کا کوئی پہلو ناتمام نہیں۔ (2) قرآن پاک میں بتائی گئی تمام باتیں حق اور سچائی پر مبنی ہیں۔ (3) جو شرعی احکام قرآن پاک میں ہیں وہ ہر اعتبار سے عدل و انصاف پر مشتمل ہیں۔ (4) قرآن پاک ہمیشہ کے لیے ہر طرح کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہے۔

قرآن مجید کی اہمیت و ضرورت:

انسانوں کے لیے تین ذرائع علم ہیں: (1) حواسِ خمسہ (2) عقل (3) وحی

بہت سی چیزوں کو ہم حواس کے ذریعہ (دیکھ کر، سن کر، سونگھ کر، چکھ کر اور چھو کر) جانتے ہیں۔ بہت سی چیزیں وہ ہوتی ہیں

کرنے کا حکم فرماتے، لکھانے کے بعد اسے سن بھی لیتے تاکہ کوئی فروگزاشت ہو تو اس کی اصلاح کی جاسکے، اس ابتدائی دور میں کتابتِ قرآن کے لیے درخت کے پتوں، کھجور کی شاخوں، چمڑے کے پارچوں، بانس کے ٹکڑوں، اونٹ اور بکریوں کی ہڈیوں کو استعمال کیا جاتا تھا، نبی کریم ﷺ کتابتِ قرآن کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے اس کا اندازہ کاتبین وحی کی تعداد سے لگایا جاسکتا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے کاتبین وحی کے پندرہ نام شمار کرائے ہیں، علامہ نوویؒ نے ان کی تعداد 23 لکھی ہے، بعض نے 20 اور بعض نے 17 شمار کئے ہیں۔ عہدِ رسولؐ میں مکمل قرآن تحریری شکل میں موجود تھا، لیکن منتشر تھا، حضرت ابو بکرؓ نے منتشر حصوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ایک محقق نسخہ تیار کیا جس میں سورتوں کو ایک صحیفہ میں درج کیا؛ پھر حضرت عثمانؓ نے ایک رسم الخط پر قرآن کے کئی نسخے لکھوائے اور انہیں مختلف علاقوں کو روانہ کیا؛ چونکہ انسانیت کے نام قرآن خدا کا آخری ہدایت نامہ ہے جسے رہتی دنیا تک رہنا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ قرآن کے لیے ذہن انسانی کو نئی چیزوں کے ایجاد کے لیے کھول دیا؛ چنانچہ کاغذ کی ایجاد کے ساتھ کتابتِ قرآن کا مسئلہ پہلے کی بہ نسبت مزید آسان ہو گیا۔ (اعجاز قرآن کے حیرت انگیز نمونے: 108)

کسی بھی کتاب کی بقا اور حفاظت کے ظاہری اسباب چمڑا، تختی، کاغذ، قلم، ڈسک، سی ڈی اور کیسٹ وغیرہ ہیں۔ یہ اسباب موجود ہوں تو کتاب موجود ہے اور اگر خدا نخواستہ ان اسباب کا وجود باقی نہ رہے تو کسی کتاب کا وجود باقی نہیں رہے

آسمانی کتاب اور نظام ہدایت ہے جو زمانے کے دست برد سے محفوظ ہے، کوئی کتاب ابدی تحفظ کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ جو کتاب اپنے وجود کو بقاء نہیں بخش سکتی وہ مردہ قوموں کو ہمیشہ کی زندگی کس طرح دے سکے گی۔ (آثار التنزیل)

حفاظتِ قرآن کا غیبی نظام

قرآن مجید عہدِ نبویؐ سے آج تک من وعن محفوظ ہے اور قیامت تک اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لے رکھا ہے، ارشاد باری ہے: ہم نے ہی قرآن پاک کو نازل کیا، ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (الحجر: 9) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے کسی صحیفہ آسمانی کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ نہیں لیا تھا، بلکہ ان کی حفاظت اس زمانے کے علماء کے سپرد تھی، چنانچہ چند نسلوں کے بعد صحفِ آسمانی فروخت ہونے لگے۔ قرآن پاک چوں کہ آخری کتاب ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چوں کہ آخری نبی ہیں، لہذا قیامت تک کے لیے اس کتاب کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی، اب قیامت تک قرآن شریف کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ (روح المعانی)

اسی طرح قرآن مجید (سورۃ قیامت: 17-19) میں حفاظتِ قرآن سے متعلق تین باتوں کا وعدہ کیا گیا ہے (۱) کتابت و تحریر کی شکل میں جمع و محفوظ کرنا (۲) قرأت و ترتیل کے ذریعہ محفوظ کرنا (۳) معانی قرآن کی وضاحت و حفاظت؛ چنانچہ نزول ہی سے قرآن کی حفاظت ان تینوں ذرائع سے کی جاتی رہی ہے، جب بھی قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت نازل ہوتی، نبی کریم ﷺ فوراً کاتبِ وحی کو طلب فرما کر ضبطِ تحریر

مقابلہ پر آجائیں اور اجتماعی امن و سکون اور نظم و نسق کے خلاف تباہ کن سازشیں اور علی الاعلان جنگی تدابیر کرنے لگیں تو ایسے وقت میں جہاد کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ امن و سلامتی اور انسانیت کے دشمنوں کے خلاف مسلح جدوجہد کی جائے تاکہ امن و آشتی کے ماحول کو بحال اور خیر و فلاح پر مبنی معاشرہ قائم کیا جاسکے۔ (ملخص از الجہاد الاکبر)

چوں کہ قرآن مجید کی تعلیمات کسی خاص قوم یا زمانہ تک محدود نہیں؛ بلکہ اس کی تعلیمات و ہدایات ہمہ گیر اور آفاقی ہیں؛ اس لیے اس میں حالت امن کے احکام بھی ہیں اور حالت جنگ کے احکام بھی، عبادات سے متعلق رہنمائی بھی ہے اور معاشرت سے متعلق رہبری بھی، اہم سابقہ کے احوال بھی ہیں اور مستقبل سے متعلق اخبار بھی۔ اس تناظر میں ہم آیات قتال کا مطالعہ کریں تو دو باتیں بہ طور خاص ملحوظ خاطر رکھنی چاہئیں: اول یہ کہ قرآن نے ایک طرف قتل کا حکم نہیں دیا ہے، جس میں ایک فریق دوسرے کو قتل کر دیتا ہے اور دوسرے فریق کی طرف سے کوئی اقدام نہ ہو، قتال کے معنی یہ ہیں کہ دونوں فریق کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف قتل کا اقدام پایا جائے اور ظاہر ہے کہ جب دوسرے فریق کی طرف سے قتل کا اقدام ہو تو اس کے مقابلہ میں قتل کا اقدام عین تقاضہ انصاف ہے۔ دوسرا قابل توجہ نقطہ یہ ہے کہ اسلام ایسا دین نہیں ہے، جو اپنے ماننے والوں سے صرف عبادت کا مطالبہ کرتا ہو؛ بلکہ وہ ایک جامع نظام حیات ہے، جو فرد کی اصلاح سے لے کر ایک منصف مزاج اور عدل پرور سلطنت تک کا تصور پیش کرتا ہے: (بقیہ صفحہ نمبر 23 پر)

گا۔ لیکن قرآن کریم ان تمام اسباب سے بے نیاز ہے کہ ان میں سے ایک سبب بھی باقی نہ رہے تب بھی قرآن کریم پر اس کا رتی برابر اثر نہیں پڑتا۔ اس لیے کہ وہ لاکھوں سینوں میں مکمل طور پر محفوظ ہے اور اتنی بار پڑھا اور سنا جاتا ہے کہ کتاب کے وجود اور بقاء کے ظاہری اسباب کی موجودگی یا غیر موجودگی اس کے لیے ایک جیسی ہو گئی ہے۔

قرآن مجید کا تصور جہاد

چھٹی نصف صدی کے دوران دنیا کے مختلف حصوں میں اسلام اور جہاد کے نام پر ہونے والی انتہا پسندانہ اور دہشت گردانہ کارروائیوں کی وجہ سے آج کل تصور جہاد کو غلط انداز میں سمجھا اور پیش کیا جا رہا ہے۔ جہاد کا تصور ذہن میں آتے ہی خون ریزی اور جنگ و جدال کا تاثر ابھرتا ہے، مزید برآں مغربی میڈیا میں اب لفظ جہاد کو قتل و غارت گری اور دہشت گردی کے متبادل کے طور پر ہی استعمال کیا جانے لگا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں جہاد ایک ایسی پُر امن، تعمیری، سماجی، اخلاقی اور روحانی جدوجہد کا نام ہے جو حق و صداقت اور انسانیت کی فلاح کے لیے انجام دی جاتی ہے۔ یہ جدوجہد اصولی بنیادوں پر صرف ایسے ماحول کا تقاضا کرتی ہے جس میں ہر شخص کا ضمیر، زبان اور قلم اپنا پیغام دلوں تک پہنچانے میں آزاد ہو۔ معاشرے میں امن و امان کا دور دورہ ہو۔ انسانی حقوق مکمل طور پر محفوظ ہوں۔ ظلم و استحصال اور جبر و استبداد کی کوئی گنجائش نہ ہو اور دنیا کے تمام انسان پُر امن بقائے باہم کے رشتے میں منسلک ہوں۔ لیکن جب امن دشمن طاقتیں علم و عقل کی رہنمائی سے محروم ہو کر

جنگ آزادی میں علماء کرام کی خدمات اور ہماری ذمہ داریاں

کچھ مولانا تبریز عالم قاسمی، استاذ دارالعلوم، حیدرآباد

انگریزوں کو لاکارنے لگے اور یہ ایسی جماعت تھی جس کی جفاکشی عزائم و ہم، صبر آزمائی، دوراندیشی اور ایثار و قربانی نے اس دور کی تاریخ کو انقلاب آفریں بنادیا اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، مولانا اسماعیل شہید، مولانا عبدالحی اور آگے چل کر علماء دیوبند، مولانا قاسم نانوتوی، شیخ الہند، مولانا گنگوہی، حافظ ضامن شہید، مولانا حسین احمد مدنی اور مفتی کفایت اللہ اور مولانا آزاد وغیرہ جیسے پیکر استقلال اور کوہ گراں پیدا ہوئے، جنہوں نے اپنی تقریروں، تحریروں؛ بلکہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے آزادی وطن کی بنیاد رکھی۔

انہی علماء کرام کی جلائی ہوئی مشعل کی روشنی میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں لڑی گئی جس میں ہندوستان کے ہر فرقے کے لوگ شامل تھے؛ لیکن یہ جنگ ناکام ہوئی اور ناکامی کی قیمت سب سے زیادہ مسلمانوں کو چکانی پڑی، تقریباً دو لاکھ مسلمان شہید ہو گئے جن میں تقریباً باون ہزار علماء تھے، ان کی جائیدادیں لوٹ لی گئیں، اس قدر جانی و مالی نقصان کے باوجود تحریک آزادی کا سلسلہ مختلف شکلوں میں جاری رہا اور بالآخر ہمارا ملک تمام فرقوں، بالخصوص مسلمانوں اور خاص طور سے علماء کی جہد مسلسل اور پیہم کوشش اور جانی و مالی

اٹھارہویں صدی کے وسط میں سلطنت مغلیہ کا آفتاب مائل بہ غروب تھا اور انگریزی اقتدار کی گھٹائیں دن بدن گاڑھی ہو رہی تھیں، انگریز جب ہندوستان پہنچے تھے تو تاجروں کی حیثیت سے پہنچے تھے اور عام لوگوں نے انہیں ایک معمولی تاجر کے سوا اور کچھ نہیں سمجھا؛ لیکن ان کی نیت صاف نہیں تھی، وہ اپنوں کی کمزوری اور آپسی نا اتفاقی سے فائدہ اٹھا کر اپنی شاطرانہ اور عیارانہ چالوں کے ذریعہ یہاں کے سیاہ و سفید کے مالک ہو گئے اور ہندوستانی قوم کو غلامی کی غیر مرئی زنجیروں میں قید کرنے میں کامیاب ہو گئے، یہاں کی دولت و ثروت کو بے دریغ لوٹنے لگے، یہاں کے باشندوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے لگے اور یہاں کی تہذیب سے کھلواڑ کرنے لگے اور اس کا سلسلہ مزید بڑھتا ہی گیا، پانی جب سر سے اوپر ہو گیا، تو ہندوستانیوں کے دلوں میں آزادی وطن کا جذبہ پیدا ہوا اور سب سے پہلے مسلمانوں نے اس خطرے کی سنگینی کو محسوس کیا، سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو شہید اور دیگر مسلم فرماں روا اپنی تمام ترقوتوں کے ساتھ جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جنگ میں کود پڑے اور یوں تحریک آزادی کی ابتداء ہوئی پھر یہ تحریک رکی نہیں بلکہ اس نے زور پکڑنا شروع کیا اور اب علماء ہند کفن باندھ کر

قربانی کے بعد ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہو گیا اور ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء سے جمہوری ملک قرار دیا گیا اور دستور کو سیکولر دستور کا نام دیا گیا۔

مجاہدین آزادی کے سامنے تحریک آزادی کا مقصد صرف سیاسی آزادی نہیں تھا؛ بلکہ ایسے نظام حکومت کا خواب تھا، جس میں اس ملک کے تمام شہریوں کو مذہبی، سماجی اور اقتصادی آزادی حاصل ہو؛ تاکہ بغیر کسی مذہبی علاقائی اور لسانی تفریق کے سماجی نابرابری، جہالت، غربت، ظلم و تشدد اور فرقہ وارانہ تعصبات سے بری سماج وجود میں آ سکے اور ہر شہری آبرو مندانہ زندگی گزار سکے، غور کیجیے ملک آزاد ہوئے تقریباً ۷۵ سال ہو گئے؛ لیکن کیا انگریزوں کے چلے جانے کے بعد ہمارے معاشرے کو انگریزی تہذیب و تمدن سے آزادی مل سکی، ۱۹۴۷ء میں ملک کے لوگوں کے درمیان مل جل کر رہنے کا جو سمجھوتہ ہوا تھا کیا وہ کامیاب ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے، کیا سماجی نابرابری کی خلیج پاٹ دی گئی، کیا ہر مذہب والے کو مذہبی آزادی مل سکی؟ بدعنوانی، کرپشن، سرکاری خزانے کی لوٹ، اشیاء خورد و نوش میں ملاوٹ، دہشت گردی و فرقہ پرستی جیسی غیر قانونی باتوں سے ملک آزاد ہو سکا؟ ذرا آگے بڑھیے، آزادی کے بعد ایک مخصوص فرقے کے ارد گرد گھیرا تنگ کیا جانے لگا، گزشتہ ۵۰، ۶۰ سالوں میں ملک کی سب سے بڑی اقلیت کے ساتھ جو امتیازی سلوک کیا گیا اس کے نتیجے میں جمہوریت پر اعتماد برقرار نہ رہا، اس دوران ملک کا اخلاقی زوال اس سطح تک پہنچ گیا کہ ملک کے ہر محکمہ اور ملک کے ہر ادارے میں بے ایمانی، رشوت خوری اور

ناجائز طریقے سے دولت سمیٹنے کا طوفان سا آ گیا، اب ہر روز ایک نئی بدعنوانی کا پردہ فاش ہو رہا ہے، سیاست ایک نفع بخش پیشہ بن گئی، ملک کی فوج کے کچھ افراد شک کے دائرے میں آ گئے، محبت وطن کو غدار وطن کہا جانے لگا، مسلمانوں کے ساتھ ہر سطح پر اور تمام شعبہ ہائے حیات میں نا انصافی کی گئی، تعلیمی اور اقتصادی طور سے انھیں قعر مذلت میں دھکیل دیا گیا، ۱۹۶۱ء سے فسادات کا سلسلہ چل پڑا، جانی و مالی دونوں اعتبار سے انھیں نقصان پہنچایا گیا، فاشسٹ تنظیموں اور سیکورٹی فورسز کو کھلی چھوٹ مل گئی کہ وہ مسلمانوں کے خون میں آزادی سے ہاتھ رنگا کریں، دہشت گردی کے نام پر بے قصور مسلمانوں کو سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا، ان کی عبادت گاہوں کو نشانہ بنایا گیا، فرضی ان کاؤنٹر کا کھیل کھیلا گیا، غرضیکہ ہر میدان میں ایک مخصوص فرقے کو پیچھے رکھنے کی سازشیں کی گئیں، کیا مجاہدین آزادی نے ایسی ہی جمہوریت کا خواب اپنی آنکھوں میں سجایا تھا؟

دوسری طرف جاں باز اور ایثار شیوہ علماء اور مجاہدین آزادی کی خدمات اور ان کی سرفروشی کے آثار و نشانات تاریخ کے اوراق سے مٹانے کی انتھک کوششیں جاری ہیں اور یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ ملک کی آزادی میں مسلمانوں کا کوئی خاص رول نہیں ہے اور جشن آزادی اور جشن جمہوریہ کے موقع پر صرف گاندھی، نہرو، سبھاش چندر بوس، بھگت سنگھ وغیرہ کا نام پوری طاقت سے لیا جاتا ہے اور ہماری نئی نسل ان کے دام فریب میں پھنس بھی رہی ہے، آج ہماری نسل اپنے بزرگوں اور آباء و اجداد کی قربانیوں کی تاریخ سے ناواقف ہے، انھیں علماء

اور اعلیٰ خطابات کی ہوس اس کے دامنوں سے الجھی ہوئی، اس کے سامنے صرف وطن ہے، باشندگان وطن ہیں، وطن عزیز کی حفاظت، اہل وطن کی ہمدردی اور اپنے ملک کی تعمیر و ترقی ہے یہی ان کا نصب العین ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اس دین و مذہب کی حفاظت بھی ضروری سمجھتے ہیں، جس سے ان کے پاک نفوس میں یہ پاکیزہ جذبات پیدا کیے ”یہ علماء ہند کی جماعت ہے“ وہ جماعت کہ اگر اس کے فکر سلیم اور جذبہ صادق کا اعتراف نہ کیا جائے اور اگر تاریخی واقعات کی ترتیب اور ان کے سلسلہ میں سے اس جماعت کی سنہری زنجیر کو نکال دیا جائے تو نہ صرف یہ کہ باخلاص اور ایثار شیوہ جماعت کے حق میں، نا انصافی ہوگی؛ بلکہ حق یہ ہے کہ وطن عزیز کے حق میں خیانت اور ایثار و قربانی کی پوری تاریخ پر ایک بہت بڑا ظلم ہوگا، اس جماعت نے اٹھارہویں صدی کے وسط سے رفتار زمانہ کو بھانپ کر جو نظریہ مرتب کیا وطن عزیز کی ترقی اور کامیابی کے لیے جو تدبیریں سوچیں اور جس طرح ان پر عمل کیا وہ ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے“ (علماء ہند کا شاندار ماضی: ۵۷)

مسلمان اور علماء آزادی وطن کی لڑائی میں دوسروں کے ساتھ برابر کے شریک رہے ہیں اس کا انکار ناممکن ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تحریر و تقریر کے ذریعہ، تقاریب و پروگراموں کے توسط سے لوگوں کو روشناس کرائیں، اس کے لیے ایک مضبوط مسلم سیاسی قیادت کی بھی ضرورت معلوم ہوتی ہے، جس کے لیے سارے آپسی اختلافات مٹانے ہوں گے، بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں مشہور کالم نگار برائے راشٹریہ

دیوبند کی جفاکشی، علماء صادق پور کی سرفروشی کا علم نہیں، انھیں سراج الدولہ، شیر میسور ٹیپو سلطان کی وطن پرستی سے واقفیت نہیں، آج نئی نسل چاہے وہ مسلمان ہوں یا برادران وطن سب یہ سمجھتے ہیں کہ ۲۶ جنوری اور ۱۵ اگست ہماری قومی تاریخ میں مسرت کے دنوں میں سے ایک دن ہے، اس میں شک نہیں کہ واقعی یہ دن فرحت و شادمانی کے دن ہیں، لیکن ہم نئی نسل پر یہ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے اکابر و اسلاف کی قربانیوں کی تاریخ پڑھیں، ان کی حیات و خدمات کا جائزہ لیں، ان کی صفات و خصوصیات اپنے اندر جذب کر کے ان کے نقش قدم پر چلنے کا حوصلہ پیدا کریں اور برادران وطن کو علماء اور مسلمان مجاہدین کی وطن پرستی اور وطن کے لیے جذبہ صادق اور تڑپ سے روشناس کرائیں، انھیں بتائیں کہ اگر آزادی وطن کی تاریخ سے علماء کرام کی خدمات کو نکال دیا جائے تو تاریخ آزادی کی روح ختم ہو جائے گی، علماء کرام کے کردار کیسے تھے، محمد میاں صاحب کی زبانی سنیں لکھتے ہیں:

”البتہ اسی اغراض پرستی اور طوائف الملوکی کے دور میں تحقیق و تفتیش کی ندرت آفرینی اور تلاش و جستجو کی عجائب نوازی، ہمیں ایک جماعت سے روشناس کراتی ہے، جس کے جذبات مقدس، مقاصد بلند اور جس کی جدوجہد ہر قسم کے شبہ سے پاک ہے، بادشاہوں، شاہزادوں، نوابوں اور راجاؤں کے متعلق بجا طور پر جاگیر شاہی کی زریں تمناؤں کا شبہ کیا جاسکتا ہے؛ لیکن اس جماعت کا دامن ایسے تمام داغوں سے پاک ہے یہ جماعت نہ اقتدار کی، نہ حکومت و سلطنت کی آرزو مند، نہ اعزاز و اکرام

دھارنے سے گریزاں نظر آرہی ہے؛ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مسلمانوں میں ایک مضبوط اور ایثار پیشہ قیادت ابھر ہی نہیں سکتی، یہ ناممکن نہیں ہے، وہ وقت ضرور آئے گا، جب ہم اور آپ اس خواب کو حقیقت بننا دیکھیں گے، آواز وہی باوزن کہلاتی ہے جو اسمبلیوں اور پارلیمنٹ کے ایوانوں میں گونجتی ہے جو اخباروں کے صفحات میں پڑھی اور الیکٹرانک میڈیا کی نشریات میں سنی جاتی ہے، مسلمانوں کو اپنی سیاسی تنظیم کے ذریعہ اپنی آواز میں یہ وزن پیدا کرنا ہوگا، یہی وہ راستہ ہے جو انھیں حقوق کی بازیافت اور عزت و توقیر کی منزل مراد تک پہنچا سکتا ہے۔

☆☆☆

سہارا محفوظ الرحمان مرحوم کی تحریر کا اقتباس نقل کر کے مضمون ختم کیا جائے۔

”اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ موجودہ حالات میں ایک مضبوط قیادت ہی مسلمانوں کے درد کا درماں بن سکتی ہے، ایک ایثار پیشہ، بے لوث قیادت ہی ان میں بیساکھیوں کے بجائے اپنے پاؤں پر آپ کھڑے ہونے کے ذوق جنوں کی آبیاری کر سکتی ہے، نامساعد حالات کے سامنے سپر انداز ہوتے چلے جانے کے بجائے ان میں ان سے پنچہ آزمائی کی خفیہ اہلیت کو بیدار کرنے کی کوشش کر سکتی ہے اور جو کچھ کھو گیا ہے اس کی بازیافت کا ولولہ بھی پیدا کر سکتی ہے؛ لیکن یہ خواب کل بھی تعبیر سے تہی تھا، آج بھی اس کی خوش کن تعبیر حقیقت کا روپ

بقیہ: قرآن کریم: انسانی ضرورت اور سرچشمہ ہدایت

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو اس وقت نہ وہاں کوئی حکومت تھی، نہ لائینڈ آرڈر کا کوئی اور نظام تھا؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہلی اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی، جس میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم بھی مقیم تھے، سبھوں کے ساتھ عدل، مذہبی آزادی، معاشی ترقی کے مساوی مواقع اور بے لاگ انصاف اس سلطنت کے بنیادی اصول تھے، سلطنتوں کو اپنی حفاظت کے لیے فوج کی اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لیے حسب ضرورت جنگ کی ضرورت بھی پیش آتی ہے، دنیا کی تاریخ میں نہ پہلے کوئی ایسا ملک تھا، جس نے بیرونی یلغار سے حفاظت کا انتظام نہیں کیا ہو اور نہ آج کوئی ایسا ملک ہے؛ بلکہ آج تو صورت حال یہ ہے کہ دنیا کی طاقت ور اقوام دوسروں کو کچلنے، ان کے معاشی وسائل پر قبضہ کرنے اور پوری قوم کو غلام بنانے کے لیے جنگ کرتی ہیں؛ اس لیے اپنی حفاظت اور معاندین کی سرکوبی کے لیے جہاد بمعنی قتال ایک ضروری حکم ہے اور یہ ایسی بات نہیں ہے، جسے برا سمجھا جائے۔ (مستفاد از اسلام کا تصور جہاد قرآن و حدیث کی روشنی میں)

☆☆☆



چشم کُشا تراشے



کچھ مولانا محمد واصف نفیس مظاہری صدر دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء ہند ضلع غازی آباد

ذریعہ سمجھتا ہے اور الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کر دیا ہے کہ کوئی شے اس کو ہلا نہیں سکتی اور جو کوئی فقیر کو دوست رکھتا ہے وہ ضرور آپ سے محبت رکھتا ہے۔

ایک اور خط میں فرماتے ہیں:

آپ اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہیں، محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق خداوندی میں مستغرق ہیں، حق گو ہیں، لایخافون لومة لائم کے مصداق ہیں، خدا کے اوپر پورے طور سے توکل رکھتے ہیں، بدعات سے پورے طور پر مجتنب ہیں، اشاعت سنت ان کا پیشہ ہے۔

عربی مہینوں کے ناموں سے الفت

حضرت گنگوہیؒ کا سنت مصطفویہ کے ساتھ عشق اس درجہ کامل اور فائق تھا کہ آپ کو عربی مہینوں کے اسماء چھوڑ کر بلا ضرورت انگریزی مہینوں کے ناموں کا استعمال بھی گراں گزرتا تھا، مولانا محمد اسماعیل صاحب حضرت کی خدمت میں ایک مرتبہ تشریف فرما تھے کہ کسی نے پوچھا کہ اب گوالیار کب جاؤ گے؟ انھوں نے جواب دیا جولائی کی فلاں تاریخ کو۔ حضرت گنگوہیؒ نے تاسف کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اور ماہ تاریخ نہیں ہے جو انگریزی مہینوں کا استعمال کیا جاوے۔ ☆☆☆

حق تعالیٰ نے جو نعمت دی وہ آپ کو عطا کر دی

امام ربانی قطب زمانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ صحابی رسول حضرت ابوالیوب انصاریؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ علم، تفقہ، تدین و تقویٰ کی حیثیت سے نہ صرف برصغیر بلکہ عالم اسلام کی ممتاز و منفرد شخصیتوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی کے مرید اور خلیفہ خاص تھے، آپ نے قرآن و حدیث اور علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت اور علم دین کے تمام شعبوں (شریعت و طریقت دونوں) میں بے پایاں خدمات انجام دے کر امت مسلمہ کے کئی مشکل مسائل کا حل فرمایا، آپ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے تھانہ بھون میں بیعت فرمائی اور چالیس دن میں خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے تحریر فرمایا کہ: میاں مولوی رشید احمد! جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ آپ کو دے دی آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے۔

آپ کی محبت کو نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں

ایک خط میں تحریر فرمایا کہ:

ایک ضروری اطلاع یہ ہے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا

فتنہ دجال

ادارہ

درختوں پر پھل آجائیں گے، کچھ لوگوں سے آکر کہے گا کہ اگر میں تمہارے ماں باپوں کو زندہ کر دوں تو تم کیا میری خدائی کا اقرار کرو گے؟

لوگ اثبات میں جواب دیں گے۔ اب دجال کے شیطان ان لوگوں کے ماں باپوں کی شکل لے کر نمودار ہوں گے نتیجتاً بہت سے افراد ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

اس کی رفتار آندھیوں سے زیادہ تیز اور بالوں کی طرح رواں ہوگی، وہ کرشموں اور شعبدہ بازیوں کو لے کر دنیا کے ہر چہرے کو روندے گا، تمام دشمنان اسلام اور دنیا بھر کے یہودی امت مسلمہ کے بغض میں اس کی پشت پناہی کر رہے ہوں گے۔ وہ مکہ معظمہ میں گھسنا چاہے گا مگر فرشتوں کی پہرہ داری کی وجہ سے ادھر گھس نہ پائے گا اس لئے نامراد و ذلیل ہو کر واپس مدینہ منورہ کا رخ کرے گا، اس وقت مدینہ منورہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر فرشتوں کا پہرا ہوگا۔ لہذا یہاں پر بھی منہ کی کھانی پڑے گی۔

انہی دنوں مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس سے گھبرا کر بہت سارے بے دین شہر سے نکل کر بھاگ نکلیں

دجال یہودیوں کی نسل سے ہوگا جس کا قد ٹھگنا ہوگا، دونوں پاؤں ٹیڑھے ہوں گے۔ جسم پر بالوں کی بھرمار ہوگی، رنگ سرخ یا گندمی ہوگا، سر کے بال حبشیوں کی طرح ہوں گے، ناک چونچ کی طرح ہوگی، بائیں آنکھ سے کانا ہوگا دائیں آنکھ میں انگور کے بقدر ناخن ہوگا۔ اس کے ماتھے پر ک، ا، ف، ر لکھا ہوگا، جسے ہر مسلمان باسانی پڑھ سکے گا، اس کی آنکھ سوئی ہوگی مگر دل جاگتا رہے گا، شروع میں وہ ایمان و اصلاح کا دعویٰ لے کر اٹھے گا، لیکن جیسے ہی تھوڑے بہت متبعین میسر ہوں گے وہ نبوت اور پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اس کی سواری بھی اتنی بڑی ہوگی کہ اس کے دونوں کانوں کا درمیانی فاصلہ ہی چالیس گز کا ہوگا۔

ایک قدم تا حدنگاہ مسافت کو طے کر لے گا، دجال پکا جھوٹا اور اعلیٰ درجہ کا شعبدے باز ہوگا، اس کے پاس غلوں کے ڈھیر اور پانی کی نہریں ہوں گی، زمین میں مدفون تمام خزانے باہر نکل کر شہد کی مکھیوں کی مانند اس کے ساتھ ہو لیں گے۔

جو قبیلہ اس کی خدائی پر ایمان لائے گا دجال اس پر بارش برسائے گا جس کی وجہ سے کھانے پینے کی چیزیں ابل پڑیں گی،

قدرت سلب کر لی جائے گی۔ دجال شرمندہ ہو کر انہیں اپنی جہنم میں جھونک دے گا لیکن یہ آگ ان کے لئے ٹھنڈی اور گلزار بن جائے گی۔ اس کے بعد وہ شام کا رخ کرے گا لیکن دمشق پہنچنے سے پہلے ہی حضرت مہدی علیہ السلام وہاں آچکے ہوں گے۔ دجال دنیا میں صرف چالیس دن رہے گا ایک دن ایک سال دوسرا ایک مہینہ اور تیسرا ایک ہفتہ کے برابر ہوگا بقیہ معمول کے مطابق ہوں گے، امام مہدی علیہ السلام دمشق پہنچتے ہی زور و شور سے جنگ کی تیاری شروع کر دیں گے لیکن صورتِ حال بظاہر دجال کے حق میں ہوگی، کیونکہ وہ اپنی مادی وافرادی طاقت کے بل پر پوری دنیا میں دھاک بٹھا چکا ہوگا اس لئے عسکری طاقت کے اعتبار سے تو اس کی شکست بظاہر مشکل ہوگی مگر اللہ کی تائید اور نصرت کا سب کو یقین ہوگا۔

حضرت مہدی علیہ السلام اور تمام مسلمان اسی امید کے ساتھ دمشق میں دجال کے ساتھ جنگ کی تیاریوں میں ہوں گے۔ تمام مسلمان نمازوں کی ادائیگی دمشق کی قدیم شہرہ آفاق مسجد میں جامع اموی میں ادا کرتے ہوں گے۔

ملی شیرازہ، لشکر کی ترتیب اور یہودیوں کے خلاف صف بندی کو منظم کرنے کے ساتھ ساتھ مہدی علیہ السلام دمشق میں اس کو اپنی فوجی سرگرمیوں کا مرکز بنائیں گے۔

اور اس وقت یہی مقام ان کا ہیڈ کوارٹر ہوگا۔ امام مہدی علیہ السلام ایک دن نماز پڑھانے کے لئے مصلے کی طرف بڑھیں گے، تو عین اسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا،
(بقیہ صفحہ نمبر 32 پر)

گے، باہر نکلتے ہیں دجال انہیں لقمہ ترکی طرح نگل لے گا۔ آخر ایک بزرگ اس سے بحث و مناظرہ کے لئے نکلیں گے اور خاص اس کے لشکر میں پہنچ کر اس کی بابت دریافت کریں گے لوگوں کو ان کی باتیں شاق گزریں گی۔ لہذا ان کے قتل کا فیصلہ کریں گے، مگر چند افراد آڑے آکر یہ کہہ کر روک دیں گے کہ ہمارے خدا دجال کی اجازت کے بغیر ان کو قتل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ اس بزرگ کو دجال کے دربار میں حاضر کیا جائے گا۔ جہاں پہنچ کر یہ بزرگ چلا اٹھیں گے کہ میں نے پہچان لیا کہ تو ہی دجال ملعون ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیرے ہی خروج کی خبر دی تھی۔ دجال اس خبر کو سنتے ہی آپ سے باہر ہو جائے گا اور ان کو قتل کرنے کا فیصلہ کرے گا درباری فوراً ان کے دو ٹکڑے کر دیں گے، دجال اپنے حواریوں سے کہے گا کہ اب اگر میں ان کو دوبارہ زندہ کر دوں تو کیا تم کو میری خدائی کا پختہ یقین ہو جائے گا۔ یہ دجالی گروپ کہے گا کہ ہم تو پہلے ہی سے آپ کو خدا مانتے ہوئے آرہے ہیں، البتہ اس معجزہ سے ہمارے یقین میں اور اضافہ ہو جائے گا۔

دجال اس بزرگ کے دونوں ٹکڑوں کو اکٹھا کر کے زندہ کرنے کی کوشش کرے گا ادھر وہ بزرگ بوجہ حکم الہی کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں گے۔

اب تو مجھے اور زیادہ یقین آگیا کہ تو ہی دجال ملعون ہے وہ جھنجھلا کر دوبارہ انہیں ذبح کرنا چاہے گا، لیکن اب اس کی

مختلف خوبیوں کی حامل شخصیت

مولانا عبد المؤمن ندویؒ کا سانحہ ارتحال

کچھ ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

جیسی مستند کتابیں آج بھی امت مسلمہ کے لئے بے حد مفید ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے جیالے سپوت حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی وجہ سے نعمانی خاندان کا دارالعلوم دیوبند سے خاص تعلق رہا ہے۔ اکابرین دارالعلوم دیوبند کی تشریف آوری ہمیشہ رہی۔ سنبھلی میں دیوبندی مکتب فکر کا مرکز بھی ہے، حتیٰ کہ نعمانی خاندان کے پھانک پر کافی عرصہ تک ”قاسمی منزل“ بھی لکھا رہا۔ مولانا عبد المؤمن ندویؒ کے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد خالد قاسمی دارالعلوم دیوبند سے ہی فارغ ہیں۔ یقیناً نعمانی خاندان میں اس وقت ندوۃ العلماء سے فارغین کی تعداد زیادہ ہے مگر فضلاء دارالعلوم دیوبند بھی کم نہیں ہیں۔ نعمانی خاندان کے کافی حضرات لکھنؤ میں مقیم ہیں، اس لئے اب ندوۃ العلماء لکھنؤ سے رابطہ زیادہ ہو گیا ہے۔ اسی خانوادہ کے روشن چراغ مولانا محمد یحییٰ نعمانی بھی ندوۃ العلماء سے فارغ ہیں، جو فاضل دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد زکریا سنبھلی (استاذ حدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے صاحبزادے ہیں۔

مولانا عبد المؤمن ندویؒ ابتدائی تعلیم سنبھلی میں حاصل کرنے کے بعد ندوۃ العلماء لکھنؤ چلے گئے اور ۸۸-۱۹۸۷ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ سے عالمیت کر کے سنبھلی تشریف لائے اور والد

حضرت مولانا عبد المؤمن ندوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت تاریخی شہر سنبھلی کے نعمانی خاندان کے ایک علمی گھرانے میں ۱۹۶۳ء میں ہوئی تھی۔ آپ کے والد حکیم محمد احسن قاسمی سنبھلی کے مشہور حکیموں میں سے ایک تھے۔ دنیا میں ہندوستان کے مشہور علاج ”حکمت“ کو کافی شہرت حاصل ہے، مگر حکمت کے ساتھ یہ المیہ ہے کہ حکیموں نے اپنے تجربات کو ایلوپیتھک کی طرح دوسروں کے سامنے پیش کرنے کے بجائے وہ اپنے علم و تجربات کو اپنے ہی ساتھ قبروں میں لے گئے۔ اسی وجہ سے جرمن کے ہومیوپیتھک علاج کی طرح ہندوستانی علاج ”حکمت“ اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود ختم سا ہو گیا ہے۔ چنانچہ سنبھلی کے دیگر حکیموں کی طرح حکیم محمد احسن قاسمیؒ کی اولاد میں سے کوئی فرد حکمت میں اُن کی نیابت نہیں کر سکا۔ ہاں اُن کے خلوص کی وجہ سے اُن کے ۶ بیٹوں میں سے سب سے چھوٹے بیٹے مولانا عبد المؤمن ندویؒ نے حکیم محمد احسن قاسمیؒ (متوفی ۱۹۹۴ء) کے بڑے بھائی مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ (۱۹۰۵ء-۱۹۹۷ء) کی یاد تازہ ضرور کردی، جن کی علمی خدمات سے لاکھوں افراد آج بھی استفادہ کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہے گا۔ مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی ”معارف الحدیث“ اور ”اسلام کیا ہے؟“

رہتے ہیں۔ طویل عرصہ تک پرانی مسجد اور اس سے متصل دو کمروں تک ہی عمارت محدود رہی۔ پھر حکیم محمد احسن قاسمی کی خواہش پر مولانا عمران ذاکر قاسمی کی نگرانی میں ۱۹۸۲ء میں عالیشان مسجد تعمیر کی گئی، جس کی تعمیر میں اہالیانِ سنبھل نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مولانا عبدالمؤمن ندویؒ نے فراغت کے فوراً بعد ایک طرف تعمیر شدہ عالیشان مسجد میں ابتدائی عربی درجات کی مزید کلاسیں شروع کر کے مدرسہ کو ترقی دینا شروع کیا، تو دوسری طرف مسجد کے منبر و محراب سے اپنے خطابات سے لوگوں کی اصلاح کی کوشش شروع کی۔ ندوۃ العلماء سے صرف عالمیت کر کے آپ سنبھل واپس آ گئے تھے، اس لئے ابتدا میں علم میں پختگی کی کمی تھی۔ چنانچہ آپ نے شبِ برأت کی حقیقت سے ہی انکار کر دیا تھا، لیکن اس موضوع پر مزید مطالعہ اور ۱۴۰۰ سال سے اکابرین امت کے موقف کے پیش نظر اپنی رائے نہ صرف تبدیل کی بلکہ شبِ برأت میں ہر سال ایسا عظیم الشان اجلاس انجمن معاون الاسلام پر منعقد ہونے لگا کہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کا مجمع آپ کے بیانات سے مستفید ہو کر دیر رات تک چلنے والی آپ کی دعاؤں سے سرفراز ہوتا۔

مولانا عبدالمؤمن ندویؒ کی شخصیت ایک ہی وقت میں متعدد اوصاف کی حامل رہی اور کم عمر میں انہیں جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ اللہ جل جلالہ کے دربار میں ان شاء اللہ ضرور قبولیت کا شرف حاصل کرے گی۔ موصوف کے اوصاف حمیدہ میں سب سے اہم وصف یہ ہے کہ آپ ایک بہترین خطیب اور مقرر تھے۔ ۱۹۸۸ء سے وفات تک، یعنی تقریباً ۳۳ سال انجمن معاون

کی سرپرستی میں چلنے والے ادارہ ”انجمن معاون الاسلام“ کی باگ ڈور سنبھال لی۔ انجمن معاون الاسلام سنبھل شہر کا ایک قدیم ادارہ ہے جس کی بنیاد حضرت مولانا مبارک حسین سنبھلی محمودیؒ (۱۸۷۸ء - ۱۹۴۳ء) نے ۱۹۱۱ء میں رکھی تھی، جنہیں اس ادارہ کے قیام کے لئے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تائید حاصل تھی۔ مولانا مبارک حسین سنبھلیؒ کی محنت سے ”انجمن معاون الاسلام“ کے علاوہ کئی مدارس کا قیام عمل میں آیا جن میں دارالعلوم میرٹھ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ مولانا مبارک حسینؒ کے میرٹھ منتقل ہونے اور وہیں انتقال ہونے کے بعد انجمن معاون الاسلام ویران سا ہو گیا تھا۔ جس کے بعد کچھ عناصر کی نیتوں میں کھوٹ بھی پیدا ہو گیا تھا، مگر حکیم محمد احسن قاسمیؒ کے اثر و رسوخ اور دیپا سرائے کے بعض خاندانوں کی مدد سے اس ادارہ کی حفاظت کر کے ۱۹۶۳ء میں جامعہ مبارکیہ مدینۃ العلوم کا قیام عمل میں آیا۔ میرے دادا محترم حضرت مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ انجمن معاون الاسلام کے ایک عرصہ تک صدر رہے۔ مولانا محفوظ الحسن سنبھلیؒ (متوفی ۲۰۰۴ء) اور مولانا محمد عارف سنبھلیؒ (متوفی ۲۰۰۵ء) نے یہاں علمی خدمات انجام دینے کے ساتھ ادارہ کی بقا کی کوششیں فرمائیں۔ میرے چچا مولانا محمد سہیل قاسمی اور ان کے دیگر رفقاء کا قائم کردہ ”مولانا اسماعیل میموریل اسکول“ کو بھی انجمن معاون الاسلام پر منتقل کیا گیا تھا۔ ۱۹۷۴ء سے مسلسل مولانا عمران ذاکر قاسمی اس ادارہ سے وابستہ ہو کر علوم قرآن و حدیث پڑھا رہے ہیں۔ آج بھی وہ اپنی بیماری کے باوجود مدینۃ العلوم میں علمی خدمات کے ساتھ سنبھل میں سماجی و رفاہی کاموں میں لگے

امور میں آپ کی خداداد صلاحیتیں ہیں۔ موصوف نے مدینۃ العلوم کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد اپنی مسلسل کوشش و محنت سے اس ادارہ میں جو تعمیراتی و تعلیمی خدمات پیش کیں وہ نہ صرف قابل تعریف ہیں بلکہ قابل تقلید بھی ہیں۔ اس مدرسہ کو ۱۹۹۰ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کی شاخ بنوانے اور اس کو ترقی کی منازل طے کرانے میں آپ کی گرانقدر خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ آپ اس ادارہ میں بچوں کی تعلیم سے لے کر ان کے کھانے پینے اور سونے کے تمام انتظامات بذات خود دیکھتے تھے۔ آپ طلبہ کو مدرسہ کے اوقات میں درسی کتابیں اور خارجی اوقات میں اُن کی ایسی تربیت فرماتے کہ وہ علوم قرآن و سنت میں مہارت کے ساتھ قوم و ملت کی خدمت کا جذبہ رکھیں۔ غرضیکہ ایک طرف مسجد کے منبر و محراب کے ذریعہ آپ کی خدمات سے عوام و خواص مستفید ہو رہے تھے تو دوسری طرف مدرسہ کے ذریعہ آپ ایسی جماعتیں تیار کر کے ندوۃ العلماء لکھنؤ بھیج رہے تھے جو قرآن و حدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کی رہنمائی کر سکیں۔ اس ادارہ کے طلبہ کی ایک جماعت مختلف اداروں میں آج بھی دینی خدمات انجام دے رہی ہے، جن میں مولانا مجیب الرحمن ندوی، محمد امجد ندوی، محمد صدام ندوی، محمد سلمان ندوی، محمد جنید الرحمن ندوی، محمد فیضان ندوی اور محمد احمد یمانی کے نام قابل ذکر ہیں۔

مسجد و مدرسہ کی تمام تر ذمہ داریاں بذات خود سنبھالنے کا نقصان یہ ضرور ہوا کہ ۵۸ سال کی عمر میں موصوف کے اچانک انتقال ہونے سے ادارہ میں فی الحال ان کا کوئی متبادل نظر نہیں آتا۔ مولانا کے دونوں صاحبزادے: مولانا عبدالہمید اسی سال عالمیت

الاسلام کی عالیشان مسجد میں آپ پابندی سے جمعہ کے روز نماز جمعہ سے قبل قرآن و حدیث کی روشنی میں امت کی اصلاح کے لئے تقریر فرمایا کرتے تھے۔ اصلاح معاشرہ اور رد بدعات کے لئے آپ کے خطابات عوام و خواص میں بہت مقبول ہوئے۔ قوم و ملت کے مسائل اور حالاتِ حاضرہ پر آپ تفصیل کے ساتھ بات کیا کرتے تھے۔ پوری امت خاص کر نوجوانوں کی اصلاح کے لئے آپ کا دل بے چین اور تڑپتا تھا۔ اسی وجہ سے آپ کے بیانات لمبے ہو جاتے تھے۔ جمعہ کے علاوہ مختلف مناسبات پر بھی آپ کے بیانات انجمن معاون الاسلام اور دیگر مقامات پر پابندی سے ہوتے تھے۔ ابتدا میں آپ نے شہر سنبھل کی مساجد میں جا کر بیانات بھی فرمائے۔ موصوف کے بیانات اگر تحریری شکل میں مرتب کر دیئے جاتے تو علماء کرام اور ائمہ مساجد کے لئے بڑے مفید ثابت ہوتے۔ محمد سعد نعمانی اور محمد اولیس سنبھلی اس خدمت کو بحسن و خوبی انجام دے سکتے ہیں۔ اگر ان خطابات کو کتابی شکل میں ترتیب دینا مشکل ہے تو عصر حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر مولانا عبدالمؤمن ندوی کے نام سے ایک ویب سائٹ، فیس بک پیج اور یوٹیوب چینل بنا کر ان کے بیانات کو اپلوڈ کر دیا جائے۔ یہ امت مسلمہ کے لئے بڑا خیر کام ثابت ہوگا ان شاء اللہ۔ موصوف کے صرف چندہ بیانات ہی یوٹیوب پر اپلوڈ ہیں۔ اس تعلق سے میں اپنی خدمت لوجہ اللہ پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کاش! نعمانی گھرانے کا کوئی فرد موصوف کے بیانات کو جمع کر کے مجھے مہیا کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

مولانا عبدالمؤمن ندوی کی دوسری اہم خوبی انتظامی

سنجھل کے عالمی تبلیغی اجتماع کے انعقاد میں آپ کا اہم کردار رہا، جس میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ اس عالمی اجتماع سے موصوف کا حضرت مولانا سعد کاندھلوی صاحب سے خصوصی تعلق پیدا ہو گیا تھا، اس کے بعد آپ کے نہ صرف تبلیغی اسفار ہونے لگے بلکہ آپ کو مختلف مقامات پر بیانات کے لئے بلایا بھی جانے لگا۔ اس کا منفی پہلو یہ ہوا کہ موصوف مدینۃ العلوم میں زیر تعلیم بچوں کی تربیت کے لئے زیادہ وقت نہ دے سکے، جس کی وجہ سے ۲۰۱۷ء سے مدینۃ العلوم بچوں کی تعلیم و تربیت میں اُس مقام پر باقی نہ رہ سکا جو اس سے قبل تھا، جس کی تلافی کے لئے ذمہ داران اور اساتذہ کی خاص توجہ درکار ہے۔

مولانا عبدالمؤمن ندویؒ کی متعدد خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ سب سے بڑے خوش اخلاق سے پیش آتے تھے۔ نیز آپ جو دو سخاوت کے حامل فیاض شخص بھی تھے۔ آپ طلبہ اور مستحقین پر خوب خرچ کیا کرتے تھے۔ آپ کا اہالیان سنجھل سے گہرا تعلق تھا، اسی وجہ سے آپ کے جنازہ میں کورونا وبائی مرض کے پھیلاؤ کے باوجود ہزاروں افراد شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے درجات کی بلندی کا فیصلہ فرمائے۔ آمین۔ مولانا عبدالمؤمن ندویؒ ۳ رمضان ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۶ اپریل ۲۰۲۱ء بروز جمعہ تقریباً ۵۸ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے اور انہیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

(آن لائن) مکمل کئے ہیں اور مولانا عبد الملک سنجھل میں ہی ابھی زیر تعلیم ہیں۔ مولانا عمران ذاکر قاسمی یقیناً بے شمار صلاحیتوں کے مالک ہیں، لیکن صحت کی خرابی اور کچھ دیگر مسائل کی وجہ سے وہ شاید اپنی موجودہ ذمہ داریوں سے زیادہ بوجھ نہ اٹھا سکیں۔ مولانا وسیم اصغر ندوی، جنہوں نے مولانا عبدالمؤمن ندویؒ کے ساتھ عالمیت مکمل کر کے ندوۃ العلماء سے فضیلت اور تخصص فی الدعوة کیا۔ اسی ادارہ میں ۳۱ سال سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مزاجاً شریف ہونے اور کچھ دیگر اسباب کی وجہ سے وہ بھی شاید ادارہ کی باگ ڈور نہ سنبھال سکیں۔ اس وجہ سے مولانا عبدالمؤمن ندویؒ کی اولاد کے بڑے ہونے تک مولانا محمد یحییٰ نعمانی کی خدمات ادارہ کے لئے اشد ضروری ہیں۔ حضرت مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی صاحب پر اہالیان سنجھل کا حق ہے کہ وہ اس نازک گھڑی میں اس ادارہ پر خصوصی توجہ دیں۔

مولانا عبدالمؤمن ندویؒ کا ایک امتیازی وصف یہ بھی تھا کہ انہیں دورِ حاضر کے بڑے بزرگ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب کی خلافت ۲۰۱۲ء میں مل گئی تھی، اُس وقت آپ کی عمر صرف ۴۹ سال تھی۔ کم عمر میں اس مقام پر موصوف کا پہنچنا یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی انعام ہے۔ فاضل دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی فکر سے وجود میں آئی دعوت و تبلیغ کی محنت سے جوڑ کر بھی موصوف نے اپنے مواعظ و نصائح سے مساجد کی آبادی اور لوگوں کی اصلاح کی کوششیں فرمائیں۔ موصوف پابندی سے تبلیغی مرکز جایا کرتے تھے اور جماعتوں کی نصرت کے لئے پیش پیش رہا کرتے تھے۔ ۲۰۱۶ء میں

اسلاف کے آخری لمحات

کچھ علامہ مفتی امداد اللہ انور

خال المسلمین، کاتب وحی
سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

ترجمہ: یہ موت ہے، موت سے کوئی چھٹکارا نہیں۔ موت کے بعد جس چیز سے ہم ڈرتے ہیں وہ بڑی مصیبت اور بڑی قباحت ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: حضرت معاویہؓ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا جبکہ وہ موت کی حالت میں تھے اور اس حالت میں وہ رورہے تھے۔ ان سے پوچھا گیا آپؓ کیوں رورہے ہیں؟ فرمایا: میں موت پر نہیں رورہا ہوں کہ وہ مجھ پر طاری ہو رہی ہے اور نہ دنیا پر رورہا ہوں کہ میں اس کو چھوڑ کر جا رہا ہوں لیکن یہ دو مٹھیاں ہیں ایک مٹھی جنت میں جائے گی اور ایک مٹھی جہنم میں مجھے معلوم نہیں کہ میں ان دونوں میں سے کونسی مٹھی میں ہوں۔ (۹۱)

حضرت معاویہؓ نے اپنے بڑے بیٹے یزید سے فرمایا: الماری میں ایک رومال ہے جس میں حضور ﷺ کے کپڑوں میں سے ایک کپڑا اور حضور ﷺ کے بالوں اور ناخنوں میں سے کچھ تراشے موجود ہیں۔ یہ تراشے میری ناک، میرے منہ، میرے کان اور میری آنکھوں پر رکھ دینا اور کپڑے کو میرے کفنوں کے نیچے پہنا دینا کہ وہ میری جلد کو لگتا رہے۔ پس جب تم مجھے کفن دے چکو اور مجھے قبر میں رکھ چکو تو معاویہ اور ارحم الراحمین کو خلوت میں چھوڑ دینا۔ (۹۲)

حضرت میمون بن مہرانؒ فرماتے ہیں: کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میں حضور ﷺ کو وضو کرایا کرتا تھا تو آپؐ نے اپنی قمیص اتاری اور مجھے پہنا دیا۔ میں نے اس کو اتار کے رکھ لیا اور آپ ﷺ کے قلم شدہ ناخن بھی محفوظ کر لئے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جسم کو متصلاً یہ قمیص پہنا دینا اور ان قلم شدہ ناخنوں کو پیس کر میری آنکھوں میں ڈال دینا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے گا۔

حضرت ابو عمرو بن العلاءؒ فرماتے ہیں: جب حضرت معاویہؓ کا آخری وقت آیا تو ان سے کہا گیا آپؓ کوئی وصیت نہیں فرمائیں گے تو آپؓ نے کہا: اے اللہ! میرے گناہوں کو کم کر دے اور میری لغزش کو معاف کر دے اور اپنے حلم کے ساتھ اس جہل سے درگزر کر دے کہ تیرے سوا کسی سے اس کی امید نہیں کی جاسکتی، تیرے سوا کوئی پناہ گاہ ہے۔

هو الموت لا منجى من الموت والذى
نحاذر بعد الموت ادهى وافظع (۹۰)

حضرت امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں: جب حضرت معاویہؓ (۴۸) اِجْعَلْنِي مِمَّنْ تَشَاءُ اَنْ تَغْفِرَ لَهُ (۹۳) شدید بیمار ہوئے تو اپنے پلنگ سے اترے اور ان کے اور زمین کے درمیان جو چیز حائل تھی اس کو ہٹا دیا، پھر کبھی ایک رخسار زمین سے لگاتے، کبھی دوسرا رخسار زمین پر لگاتے اور روتے ہوئے کہتے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ فِيْ كِتَابِكَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ (النساء)

ترجمہ: اے اللہ! تو نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کئے ہوئے شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس سے کم گناہ کو جس کے لئے چاہے گا معاف کر دے گا۔ مجھے ان لوگوں میں سے بنادے جن کو تو بخشنا چاہتا ہے۔

☆☆☆

بقیہ اداریہ: جنھوں نے جدوجہد آزادی کا آغاز کیا اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، اور پھر سید احمد شہیدؒ کی زیر قیادت کام کرتے رہے اور ان کے بعد بھی جدوجہد جاری رکھی۔ وہ علماء کرام ہی ہیں جنھوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بنفس نفیس، شرکت فرمائی پھر وہ علماء کرام جو عیم حریت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کی زیر قیادت جنگ آزادی میں شرکت کی ہے۔ مجاہدین آزادی کے سامنے تحریک آزادی کا مقصد صرف سیاسی آزادی نہیں تھا بلکہ ایسے نظام حکومت کا خواب تھا جس میں اس ملک کے تمام شہریوں کو مذہبی، سماجی اور اقتصادی آزادی حاصل ہوتا کہ بغیر کسی مذہبی، علاقائی اور لسانی تفریق کے سماجی نابرابری، جہالت، غربت، ظلم و تشدد اور فرقہ وارانہ تعصبات سے پاک، سماج وجود میں آسکے اور ہر شہری آبرو مندانه زندگی گزار سکے۔ لیکن آہ! بزرگوں کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اور آج روز بروز نئے نئے فتنے جنم لے رہے ہیں، کل کیا ہوگا کچھ نہیں کہا جاسکتا حال کا، حال تو غیر یقینی ہے۔

د زندگی کی کشمکش سے آج گھبراتا ہے دل، اپنے ماضی کی حسیں یادوں سے گرماتا ہے دل

☆☆☆

بقیہ فتنہ دجال: نماز سے فارغ ہو کر لوگ دجال کے مقابلے کے لئے نکلیں گے۔ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر ایسا گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ کر اس کو قتل کر دیں گے اور حالت یہ ہوگی کہ شجر و ہجر آواز لگائیں گے کہ اے روح اللہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ دجال کے چیلوں میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے یعنی صلیب پرستی ختم کریں گے۔ خنزیر کو قتل کر کے جنگ کا خاتمہ کریں گے اور اس کے بعد مال و دولت کی ایسی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی قبول نہ کرے گا اور لوگ ایسے دین دار ہو جائیں گے کہ ان کے نزدیک ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ (مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، طبرانی، حاکم، احمد) اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کا ایمان سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین (یادر ہے کہ فتنہ دجال سے آگاہی تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے جبکہ آج یہ سنت مٹ چکی ہے۔

☆☆☆

انتخاب امیر شریعت کی تاریخ ایثار و قربانی اور استغناء کے نقوش

کھربہ قلم: مفتی محمد خالد حسین نبوی قاسمی

گیا تو اس میں (اللہ کی طرف سے) تمہاری اعانت کی جائے گی۔

اس حدیث میں ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ عہدہ طلب کرنے پر اللہ کی طرف سے مدد بھی اٹھ جاتی ہے اور انسان آزمائش میں ڈال دیا جاتا ہے لیکن اگر عہدہ بغیر طلب کئے ملتا ہے تو اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔

مشہور صحابی ابوذرؓ نے ایک بار آپؐ سے کسی منصب کی خواہش ظاہر کی۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

”يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا“ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراہۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، بروایت ابوذرؓ)۔

یعنی ”اے ابوذرؓ! تو کمزور ہے اور بلاشبہ یہ (امارت) امانت ہے اور یہ قیامت کے دن کی رسوائی اور شرمندگی ہے سوائے اس شخص کے جس نے اس کے حقوق پورے کئے اور اس سلسلہ میں جو ذمہ داریاں اس پر عائد تھیں انہیں ادا کیا۔“

آپؐ نے ایک موقع سے ارشاد فرمایا:

”لَنْ (أَوْ لَا) نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ

کیا لوگ تھے جو راہ وفا سے گذر گئے
جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

ایثار و قربانی اور استغناء و بے نیازی اہل ایمان بالخصوص صالحین کے لیے سرمایہ گراں مایہ ہے ... عہدہ طلب کرنے کی شجاعت اور بغیر مانگے عہدہ ملنے پر قبول کرنے کی ترغیب اور اس سلسلے میں تائید الہی کی بشارت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں موجود ہے ...

رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیارے صحابی عبدالرحمن بن سمرہؓ کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی:

”يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمْرَةَ، لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وَكَلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا“ (صحیح بخاری، کتاب الأحکام، باب مَنْ سَأَلَ الْإِمَارَةَ وَكَلَّ إِلَيْهَا، بروایت عبدالرحمن بن سمرہؓ)

یعنی ”اے عبدالرحمن بن سمرہ! کبھی امارت کی درخواست نہ کرنا، کیوں کہ اگر تمہیں یہ مانگنے کے بعد ملے گا تو تم اسی کے حوالے کر دئے جاؤ گے (اللہ پاک اپنی مدد تجھ سے اٹھالے گا کہ تو جانے تیرا کام جانے) اور اگر وہ عہدہ تمہیں بغیر مانگنے مل

(صحیح بخاری، کتاب استتابة المرتدين، باب حُكْمِ الْمُرْتَدِّ وَالْمُرْتَدَّةِ، بروایت ابو موسیٰ اشعریؓ)۔

یعنی ”ہم ہرگز کسی ایسے شخص کو عامل مقرر نہیں کریں گے جو عامل بننا چاہے۔“

صحیح ابن حبان کے الفاظ اس طرح ہیں:

‘إِنَّا وَاللَّهِ لَا نُؤَلِّي عَلَى هَذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ، وَلَا أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ (صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب ذکر الزجر عن سؤال المرء الامارة لئلا يوكل اليها اذا كان سائلا لها، بروایت ابو موسیٰ اشعریؓ)۔

یعنی ”اللہ کی قسم! ہم اس کام کا نگراں کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کریں گے جو اسے مانگتا ہو اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو مقرر کریں گے جو اس کی لالچ کرتا ہو۔“

ان نبوی ہدایات کے مطابق ہر زمانے کے اہل اللہ نے اجتماعی معاملات میں ایثار و قربانی کی روش اختیار کی .. اور عہدہ و منصب کے سلسلے میں ہمیشہ استغناء اور ایثار کا رویہ اپنایا اور جب عدم طلب کے باوجود عہدہ ملا تو تائید الہی سے مکمل اخلاص و للہیت کیساتھ مفوضہ ذمہ داریوں کو باحسن وجوہ انجام دیا ... کبھی ملت کے اعلیٰ مفاد میں حق دار ہونے کے باوجود عہدہ و منصب کو ترک کر کے اسوہ حسنی کی پیروی کی، تو کبھی نا اہلوں کے درمیان امانت کی حفاظت کے لیے امین بن کر سنت یوسفی پر بھی عمل پیرا ہوئے ..

ہندوستان میں مسلم حکم رانی کے زوال کے بعد اکابر علماء نے امارت شرعیہ کی ضرورت کا ادراک کیا ... اور عملی شکل میں ابوالمحسن سید محمد سجاد کی فکر مندی کے نتیجے میں سب سے پہلے بہار (اڑیسہ بہار کا حصہ تھا) میں سنہ انیس سو اکیس میں امارت شرعیہ قائم ہوئی۔

امارت شرعیہ ایک ایسا اجتماعی نظام ہے، جس کی بنیاد اخلاص و للہیت پر ہے، جس کا شعار ہمیشہ ”کلمۃ اللہ ہی العلیا“ رہا ہے۔

کلمہ واحدہ کی بنیاد پر ملت اسلامیہ کو جوڑنے اور ایک امیر کی ماتحتی میں شرعی زندگی گزارنے کی نکیب ہے امارت شرعیہ .. اس کے سو سالہ تاریخ میں امارت شرعیہ کو ایسے خدا ترس، تقویٰ شعار مخلص اللہ والے امراء شریعت ملے ہیں؛ جو عہدہ طلبی سے کوسوں دور اور استغناء و ایثار کے جامع تھے ... جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ذمہ داروں کے اصرار پر عہدہ قبول کیا؛ تو اللہ رب العزت کی ایسی نصرت اور تائید ملی کہ امارت شرعیہ اتحاد امت کی سب سے مضبوط آواز بن گئی اور اس میں خلافت راشدہ کی جھلک نظر آنے لگی ..

امارت شرعیہ کی تجویز:

جب جمعیت علمائے ہند کے دوسرے سالانہ اجلاس منعقدہ 19، 20، 21 / نومبر 1920ء دہلی میں امارت شرعیہ کی تجویز پیش ہوئی تو اس کی اہمیت کے پیش نظر صدر اجلاس شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے ودیگر تمام پانچ سوعلماء نے اس کی تائید کی۔ جب امیر الہند منتخب کرنے کی بات آئی تو

حضرت شیخ الہند نے شدید علالت کے باوجود فرمایا کہ ”میری چار پائی اٹھا کر جلسہ گاہ لے چلو، میں پہلا شخص ہوں گا، جو امیر کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔“ (تاریخ امارت شرعیہ ص 53)

متعدد اسباب کی وجہ سے ملکی پیمانے پر جب امارت شرعیہ کا قیام نہیں ہو سکا تو حضرت مولانا ابوالحسن محمد سجاد کی بصیرت و دور اندیشی کے مطابق انھیں کی تحریک پر 23، 24 / شعبان، 1339ھ مطابق 2، 3 / مئی 1921ء کو در بھنگہ کے جمعیت علمائے صوبہ بہار کے اجلاس عام کے موقع پر امارت شرعیہ کے قیام کی تجویز منظور کی گئی۔“ تجویز کے الفاظ یہ تھے:

”جمعیت تجویز کرتی ہے کہ صوبہ بہار و اڑیسہ کے محکمہ شرعیہ کے لیے ایک عالم اور مقتدر شخص کا امیر ہونا انتخاب کیا جائے، جس کے ہاتھ میں تمام محکمہ شرعیہ کی باگ ڈور ہو۔ اور اس کا ہر حکم مطابق شریعت ہر مسلمان کے لیے واجب العمل ہو، نیز تمام علماء و مشائخ اس کے ہاتھ پر خدمت و حفاظت اسلام کے لیے بیعت کریں جو سمع و طاعت کی بیعت ہوگی، جو بیعت طریقت سے الگ ایک ضروری اور اہم چیز ہے۔ جمعیت علماء متفقہ طور پر تجویز کرتی ہے کہ انتخاب امیر محکمہ شرعیہ کے لیے ایک خاص اجلاس علمائے بہار کا بمقام پٹنہ وسط شوال میں کیا جائے۔“ (تاریخ امارت، ص 58)

حضرت مولانا ابوالحسن محمد سجاد رح نے صرف امارت شرعیہ کا خاکہ تیار کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اکابر علماء، خانقاہ کے سجادہ نشینوں، دانشوروں اور مولانا ابوالکلام آزاد سے نجی

ملاقات کر کے قیام امارت شرعیہ کے لیے راہ ہموار کی، معاملہ مولانا ابوالکلام آزاد کی رانچی نظر بندی کی وجہ سے ملتارہا، ۱۹۲۰ء میں یہ نظر بندی ختم ہوئی، تو مولانا نے ۱۹ / شوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶ / جون ۱۹۲۱ء کو محلہ پتھر کی مسجد پٹنہ میں اس سلسلے کی منٹنگ بلاء، مولانا ابوالکلام آزاد کی صدارت میں منعقد اس اجلاس میں مختلف مکتبہ فکر کے کم و بیش پانچ سو علماء، مشائخ اور دانشوران جمع ہوئے،

بیرون ریاست کے شرکاء میں مولانا آزاد کے علاوہ مولانا آزاد سجانی اور مولانا سبحان اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ خود مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے خطبہ صدارت لاہور میں حضرت مولانا محمد سجاد سے اپنی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اسی زمانے میں میرے عزیز و رفیق مولانا ابوالحسن محمد سجاد صاحب رانچی میں مجھ سے ملے تھے اور اسی وقت سعی و تدبیر میں مشغول ہو گئے تھے، میں نہیں جانتا کن لفظوں میں میں حضرات علمائے بہار کو مبارکباد دوں کہ انھوں نے سبقت بالخیر کا مقام اعلیٰ حاصل کیا اور جمعیت علمائے بہار کے جلسے میں تین سو کے مجمع علماء نے بالاتفاق اپنا امیر شریعت منتخب کر لیا۔ (خطبات آزاد ص 126)

علماء و مشائخ کے علاوہ دیگر شرکاء کی تعداد تقریباً چار ہزار سے متجاوز تھی۔ شرکاء اجلاس نے اتفاق رائے سے حضرت مولانا شاہ بدر الدین قادری کو امیر شریعت اور حضرت مولانا سجاد کو (جو اس وقت جمعیت علماء بہار کے ناظم تھے) نائب امیر شریعت منتخب کیا

واقعہ: خود بانی امارت شرعیہ مولانا محمد سجاد جو جمعیت علماء بہار کے ناظم کے طور پر داعی اجلاس بھی تھے ان کا حال یہ تھا کہ وہ چاہتے تو پہلے امیر شریعت بن سکتے تھے، علماء و مشائخ انھیں پلکوں پر بٹھاتے؛ کہ امارت کا عظیم تصور انھیں کی فکر رسا کا پیش کیا ہوا تھا؛ لیکن ہمیشہ عہدہ و منصب سے دور رہ کر محض خلوص و للہیت کی بنیاد پر کام کرنے والی شخصیت کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا.. بقول مولانا رحمانی: حضرت مولانا محمد سجاد کو نائب امیر شریعت منتخب کیا گیا.. جب کہ حضرت مولانا سجاد کسی عہدہ کے لیے راضی نہ تھے.. لیکن شرکاء کے دباؤ میں آپ نے نائب امیر شریعت کا عہدہ قبول کیا... اور امیر شریعت کی نیابت میں حاضرین سے سمع و طاعت کی بیعت لی۔

دوسری طرف حضرت مولانا مونگیری رح نے مولانا سید شاہ بدرالدین قادری رح کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اس منصب جلیلہ کو قبول کر لیں؛ حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادری کے بارے میں، حضرت مولانا مونگیری نے لکھا تھا کہ "یہ فقیر اپنے خاص محبین سے اتنا اور کہتا ہے کہ اس وقت جو امیر شریعت ہیں انہوں نے میرے ہی کہنے سے اس امارت کو قبول کیا ہے اب میں تمام محبین سے باصرار و منت کہتا ہوں کہ اس میں کسی قسم کا اختلاف نہ کریں۔ (جاری)

☆☆☆

E-Mail
aainaehaque80@gmail.com
Whatsapp:8586838060

لیکن خود ان اکابر کا رجحان عہدہ قبول کرنے کی طرف نہیں تھا بلکہ بادل نا خواستہ علماء و مشائخ کے اصرار پر ان دونوں حضرات نے عہدہ قبول کیا۔

حضرت شاہ بدرالدین نے حضرت سجاد کے دعوت نامے کے جواب میں جو مکتوب تحریر فرمایا، اس میں انھوں نے امیر شریعت کے لیے قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری رح کے نام کی سفارش کی۔

لکھتے ہیں: میں جمعیت علماء بہار کے اس جلسے میں حاضر ہونے سے معذور ہوں؛ البتہ محکمہ شرعیہ کے امیر کے لیے میری رائے میں جو پانچ صفات ہونی بتائی گئی ہیں، بہت مناسب ہیں۔ اس صوبہ بہار میں ان صفات سے موصوف اس وقت جناب شاہ محمد علی رحمانی کے سوا دوسرے کسی کو نہیں پاتا.. اس لیے میری رائے ہے کہ اس منصب پر وہی مقرر کیے جائیں.... (تاریخ امارت شرعیہ ص 47)

لیکن جب ان کی خواہش کے برعکس انھیں کو امیر شریعت منتخب کر لیا گیا؛ تو انھوں نے لکھا: میں نے اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا... اور اپنی رائے تحریر کر دیا تھا کہ جناب مولوی سید شاہ محمد علی رحمانی کو میں اس منصب کا اہل جانتا ہوں آج معلوم ہوا کہ قرعہ فال بنام من دیوانہ زند جب آپ لوگوں کی بالاتفاق یہی رائے ہے تو اب قبول کرنے کے سوا کیا چارہ ہے۔ اگر اللہ کی مشیت یہی ہے تو افوض امری الی اللہ... (تاریخ امارت ص 82)

یہ تو رہا پہلے امیر شریعت کے ایثار استغنا اور انکساری کا

ماہِ محرم الحرام، فضائل و اعمال

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی رفیق تصنیف دارالدعوة والارشاد، یوسف گوڑہ، حیدرآباد

آ رہے تھے، چنانچہ قرآن وحدیث میں اس ماہ کو "شہر الحرام" (حرمت کا مہینہ) اور شہر اللہ (اللہ کا مہینہ) قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: "سب سے زیادہ فضیلت والے روزے رمضان کے روزوں کے بعد اللہ کے مہینہ محرم الحرام کے روزے ہیں" (مسلم: باب فضل صوم الحرام، حدیث: ۳۱۸۲) امام نووی فرماتے ہیں کہ: اس روایت میں نبی کریم ﷺ نے ماہ محرم کو اللہ عزوجل کا مہینہ قرار دیا ہے جو اس کی عظمت اور تقدس کو بتلانے کے لئے کافی ہے؛ چونکہ اللہ عزوجل اپنی نسبت صرف اپنی خصوصی مخلوقات کے ساتھ ہی فرماتے ہیں (شرح النووی علی مسلم: ۸؟ ۵۵)۔

ماہ محرم الحرام سے اسلامی سال نو کا آغاز

ماہ محرم الحرام سے اسلامی سال نو کی ابتداء ہوتی ہے، زمانہ؟ جاہلیت میں لوگ اپنے فوائد ومنافع کے خاطر مہینوں کو آگے پیچھے کیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع سے یہ اعلان کر دیا کہ اللہ عزوجل نے جب سے آسمان وزمین کو پیدا فرمایا ہے اسی دن سے اس نے مہینوں کی ترتیب و تنظیم قائم کر دی، چنانچہ آیت ہے، اس میں کوئی تغیر یا تبدل نہیں ہو سکتا۔

اسلامی سال نو کا آغاز ماہ محرم الحرام سے ہوتا ہے، ماہ محرم نہایت ہی فضائل وبرکات کا حامل مہینہ ہے، یہ مہینہ اپنے خصوصیات اور امتیازات کی وجہ سے دیگر ماہ وشہور سے علاحدہ شناخت رکھتا ہے، اس ماہ حرام کی حرمت اور تعظیم زمانہ؟ جاہلیت سے چلی آرہی تھی، لوگ اس ماہ مقدس میں اپنی لڑائیاں موقوف کر دیا کرتے تھے، اور جنگ وجدال سے باز آتے تھے، گویا یہ ماہ مقدس نہ صرف اسلام میں برکت و فضائل کا حامل قرار پایا؛ بلکہ اس کا تقدس واحترام اور اس کی قدر وعظمت زمانہ جاہلیت سے بھی چلی آرہی تھی، اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں اس ماہ کی عظمت و حرمت کا اعلان کیا ہے "بے شک اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جس دن سے اللہ نے زمین اور آسمان پیدا کیے ان میں سے چار عزت والے ہیں" (سورۃ التوبہ: ۶۳) جو ذولقعدۃ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں جس کا تذکرہ حدیث میں آیا ہے۔

اسلام کی آمد کے بعد بھی اس ماہ کی حرمت وعظمت کو اس کی سابقہ حالت میں برقرار رکھا گیا کہ یہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کے باقیات میں سے تھے جس کو لوگ اپناتے

ابتداء کی وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہجرت کا جو عزم واردہ فرمایا تھا وہ محرم میں ہی فرمایا تھا؛ البتہ ہجرت عملی طور پر ماہ ربیع الاول میں ہوئی (فتح الباری: ۷/۷۶۲) بڑا افسوس ہوتا ہے کہ قمری ماہ و سال اور تاریخ جس پر ہمارے ساری عبادتیں اور ہماری عیدیں اور خصوصی اور فضیلت کے حامل ایام موقوف ہیں مثلاً رمضان، عیدین، حج کے ایام، محرم، شب براء کے روزے، عشرہ ذی الحجہ کے اعمال یہ سارے کے سارے امور قمری تاریخ سے متعلق ہیں، آج ہم نے قمری تاریخ کو بالکل فراموش کر دیا ہے، شمسی تاریخ سے اپنے امور میں مدد ضرور لیجئے؛ لیکن قمری تاریخ سے بے اعتنائی یہ ہماری غیرت قومی اور حمیت ایمانی اور ملی دیوالیہ پن ہے۔

ماہ محرم کے روزے

ماہ محرم کے روزوں کی بھی فضیلت وارد ہوئی ہے، تمامی مہینہ کے روزوں کے بابت بھی نبی کریم ﷺ نے تلقین فرمائی ہے، نعمان بن سعد، علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے علاوہ کون سے مہینے کے روزے رکھنے کا حکم فرماتے ہیں، حضرت علی نے فرمایا: میں نے صرف ایک آدمی کے علاوہ کسی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے نہیں سنا، میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

☆☆☆

بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ ہے، جس دن اس نے زمین کو پیدا فرمایا" (التوبہ: ۶۳) اسلامی تاریخ جس کو ہجری تاریخ کہا جاتا ہے، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس کی بنیاد رکھی گئی، اور یہ تاریخ حضرات صحابہ کرام کے مشورہ سے طے پائی تھی، چنانچہ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ: صحیح اور مشہور یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہجری تاریخ کی بنیاد رکھی، اس کی وجہ یہ بنی کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ آپ کی طرف سے ہم کو خط موصول ہوتے ہیں؛ مگر اس پر تاریخ لکھی نہیں ہوتی (یعنی یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ خط کب کا لکھا ہوا ہے) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا، بعض حضرات نے مشورہ دیا کہ نبوت کے سال سے تاریخ لکھی جائے، بعض نے سال ہجرت کا اور بعض نے وفات کے سال کا مشورہ دیا، مگر اکثر کی رائے یہ تھی ہجرت سے ہی اسلامی تاریخ کی ابتداء ہو؛ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی پر فیصلہ دیا (الکامل فی التاريخ: ۱/۹۱)، دار الکتاب العربی) کیوں کہ ہجرت نے ہی حق اور باطل کے درمیان حد فاصل کا کام کیا، بعض روایتوں میں ہے کہ پھر ان لوگوں نے کہا کہ کس مہینہ سے ابتداء ہو تو بعض نے کہا: رمضان سے، بعض نے محرم سے، کیوں کہ لوگ اس مہینہ میں حج سے واپس ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ یہ محترم اور معزز مہینہ ہے (الکامل فی التاريخ: ۱/۹۱) اس کے علاوہ ماہ محرم سے سال کی

آخری سردار

کھ ابو بکر عباد

ہی جنگل کے بھیڑیوں کی حیرتیں بھی۔ کہ اب تک نہ تو اس بچے میں اُن کی سی عیاری آئی تھی، نہ چہرے پر ان کے چہروں کی سی کرخنگی کے آثار نمایاں ہوئے تھے اور جب وہ اپنے ارد گرد رونما ہونے والے واقعات پر تعجب سے بھوس سیٹھرتا، تو بڑے بوڑھوں کے من میں شک کی ننھی منی کونپلیں پھوٹنے لگتیں، جنہیں وہ دیرینہ تجربات کی عطا کردہ چہرے کی جھریوں سے ڈھانپنے کی کوششیں کرتے، کہ مبادا اس کے اظہار کے نتیجے میں کہیں وہ خود باعث حیرت نہ بن جائیں۔ (یہ بھی پڑھیں، ”آخری سردار“: ایک علامتی اور استعاراتی افسانہ: ڈاکٹر زاہد ندیم احسن)

جنگل کے شب و روز یوں ہی گزرتے رہے۔ دن کے بعد رات، سردیوں کے بعد گرمی اور پھر برسات۔ جیسے ہر ایک دوسرے کے تعاقب میں ہو یا پھر ہر ایک دوسرے کے خوف سے بھاگ رہے ہوں اور اسی بھاگ دوڑ کے درمیان جب موسم خزاں جھومتے پیڑ پودوں کے آخری گل بوٹے اُتارنے میں مصروف تھا کہ اچانک ایک صبح سردار بھیڑیے کی ناگہانی موت سے سارا جنگل سنائے کی دھند میں ڈوب گیا۔

اور تب جنگل کے تمام بھیڑیوں نے صلاح و مشورہ کرنے

اور پھریوں ہوا کہ سردار بھیڑیے کے گھر دھیرے دھیرے جنگل کے تمام بھیڑیے جمع ہونے لگے۔ بوڑھے، جوان، بچے، شاطر اور عیار۔ سب کے چہروں پر حیرت کی لکیریں ابھری ہوئی تھیں اور بات تھی بھی حیرت کی، کہ چند دنوں پہلے سردار بھیڑیے کے گھر جس بچے نے جنم لیا تھا اس کے دانت بھیڑیوں کے دانت کی طرح نوکیلے نہ ہو کر بالکل بے ضرر تھے اور چہرے پر رعونت کی بجائے ایک عجیب سی معصومیت کھیلتی تھی۔

بڑے بوڑھے بھیڑیوں نے اس نو مولود بچے کو تعجب سے دیکھا اور پھر ایک دوسرے کے چہروں پر یوں نظریں جمادیں جیسے پوچھ رہے ہوں ”اس جنگل میں یہ کیسی انہونی ہوئی ہے جو اب تک نہ کسی نے دیکھی، نہ سنی۔“

لیکن بچہ پیارا تھا اور سردار کا تنہا وارث۔ اس لیے سب بھیڑیوں نے اپنے اپنے چہروں سے حیرت کی لکیریں مٹائیں اور آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا کر کے سردار بھیڑیے کو مبارکباد دی اور اس کے سامنے بڑی عقیدت کے ساتھ بچے سے متعلق اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

وقت کے ساتھ ساتھ بچے کی عمر بڑھتی رہی اور اس کے ساتھ

احساس ہوا اور ایک عرصے سے اُن کے سینوں میں دہلی مانوس خوشی کی لہر تبسم بن کر اُن کے ہونٹوں پر جگمگا اٹھی۔

نئے سردار کی نئی زندگی کا آغاز ہو چکا تھا اور وہ اپنے دانتوں کو نوکیلے بنانے اور چہرے پر رعونت پیدا کرنے کے تمام طریقے آزمانے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن اس کے چہرے پر ابھی رعونت کی پہلی تہہ بھی نہیں چڑھ پائی تھی کہ ایک سیاہ رات میں جب وہ چیتوں کی کمیں گاہ والے نشیبی علاقے سے گزر رہا تھا؛ پہلے سردار بھیڑیے کی طرح ہی ناگہانی موت کے جبروں نے اسے بھی نکل لیا۔ (یہ بھی پڑھیں ساجد رشید کا افسانہ راکھ - نثار انجم)

اور پھر ہوا یوں کہ سردار بھیڑیے کے گھر دھیرے دھیرے جنگل کے تمام بھیڑیے جمع ہونے لگے۔ بوڑھے، جوان، بچے، شاطر اور عیار۔ سب کے چہروں پر حیرت کی لکیریں ابھری ہوئی تھیں اور بات تھی بھی حیرت کی۔ کہ مرنے والا بھیڑیے کی خصلتوں کا حامل نہ ہوتے ہوئے بھی بھیڑیے کی موت مرا تھا۔ لیکن موت بہر حال موت تھی اور سردار کی۔ اس لیے سب نے اپنے اپنے چہروں سے حیرت کی لکیریں مٹائیں اور آنکھوں میں انتہائی غم کی کیفیت پیدا کر کے سردار کے وارث کے سامنے اس عجیب و غریب موت پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔

☆☆☆

کے بعد سردار بھیڑیے کے گھر جنم لینے والے اس عجیب بچے کو، کہ جس کے دانت بھیڑیوں کے دانت کی طرح نوکیلے نہ ہو کر بالکل بے ضرر تھے اور چہرے پر رعونت کی بجائے ایک عجیب سی معصومیت کھیلتی تھی، اپنا نیا سردار چُن لیا۔

سردار منتخب ہو جانے کے کچھ دنوں بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے کی معصومیت اور بے ضرر دانت اب اس کے لیے تکلیف دہ ثابت ہو رہے ہیں۔ کیونکہ سردار بنے رہنے کے لیے نوکیلے دانت اور چہرے پر رعونت بے حد ضروری تھے اور وہ ان چیزوں سے عاری تھا۔ جس کی وجہ سے جنگل پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑتی جا رہی تھی اور خود بھیڑیوں کے سردار کی حیثیت سے اس کی شناخت کھونے لگی تھی۔ آخر مشیروں کے بے حد اصرار اور بہت سوچ بچار کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ جنگل پر اپنی گرفت مضبوط اور سردار کی حیثیت سے اپنی شناخت قائم رکھنے کے لیے وہ اپنے چہرے پر رعونت پیدا کرے گا اور دانتوں کو نوکیلے بنائے گا۔

جب اس فیصلے کی خبر رینگتی ہوئی جنگل کے بڑے بوڑھے بھیڑیوں کے کانوں تک پہنچی تو نہ ان کے چہروں پر پڑی حیرت کی لکیریں مزید گہری ہوئیں، نہ من میں اگی شک کی ننھی منی کونپلوں کو کوئی تقویت ملی، بلکہ انھیں ایک پُر اسرار طمانیت کا

(بقیہ: تربیتِ اولاد چند رہنما اصول) اپنی وسعت کے بقدر حوصلہ افزائی بھی کریں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ اچھائیوں کی قدر کی جاتی ہے۔ آپ کا یہ عمل انھیں مزید اچھائیوں کی شدہ دے گا۔ اس میں ایک بات کا دھیان رہنا چاہیے کہ تعریف اور حوصلہ افزائی کے ساتھ مزید اچھائیوں کی بھی ترغیب دی جائے۔ ان کی ایک اچھائی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ ☆☆☆

آئینہ خواتین

اسلام، عورت اور یورپ

کھابوسہ احسان الحق شہباز

عورت و مرد کے شرعی احکامات کو تفصیل سے بیان کر دیا۔ آج مغربی اقوام بھی عورت کی غلام بنام آزادی سے تنگ آچکی ہیں۔ کیونکہ مغربی تمدن میں اس بے جا آزادی کے نتائج، زنا کاری اور بے حیائی کی شکل میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان عورت بھی آج اسی آزادی کے حصول کی کوشش میں سرگرداں نظر آتی ہے جبکہ اسلام قرآن و حدیث کے ذریعہ اس کا مقام، حیثیت اور حقوق و فرائض متعین کرتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ”اسلام، عورت اور یورپ“ مولانا احسان الحق شہباز کی تصنیف ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں عورت پر اسلام کے عظیم الشان احسانات کا تذکرہ اور مغرب کے مظالم کا پردہ چاک کرتے ہوئے اسلام کے عورت پر احسانات اور مغرب کے آزادی کے نام پر عورت کے ساتھ کیے جانے والے مظالم کا تقابل کیا ہے۔ اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ بنایا، یورپ نے اسے سربازار رسوا کیا۔ اسلام نے ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے تقدس دیا یورپ نے انسانیت کی تمام حدود پھلانگتے ہوئے زنا، بدکاری اور بے راہ روی کی بدترین بنیادوں پر معاشرہ کو تباہ کیا۔ اسلام نے پردہ کے احکامات کے ذریعے عفت و عصمت کے آگینے کی حفاظت کا

(بقیہ صفحہ نمبر 44 پر)

اللہ تعالیٰ نے عورت کو معظم بنایا لیکن قدیم جاہلیت نے عورت کو جس پستی کے گڑھے میں پھینک دیا اور جدید جاہلیت نے اسے آزادی کا لالچ دے کر جس ذلت سے دوچار کیا وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ ایک طرف قدیم جاہلیت نے اسے زندگی کے حق سے محروم کیا تو جدید جاہلیت نے اسے زندگی کے ہر میدان میں دوش بدوش چلنے کی ترغیب دی اور اسے گھر کی چار دیواری سے نکال کر شمع محفل بنادیا۔ جاہل انسانوں نے اسے لہو و لعب اور کھلونا بنادیا، اس کی بدترین توہین کی اور اس پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ ہر عہد میں عورت کیسے کیسے مصائب و مکروہات جھیلتی رہی اور کتنی بے دردی سے کیسی کیسی پستیوں میں پھینک دی گئی اور عورت اپنی عزت و وقار کھو بیٹھی، آزادی کے نام پر غلامی کا شکار ہو گئی۔ لیکن جب اسلام کا ابر رحمت برسا تو عورت کی حیثیت یکدم بدل گئی۔ محسن انسانیت جناب رسول اللہ ﷺ نے انسانی سماج پر احسان عظیم فرمایا، عورتوں کو ظلم، بے حیائی، رسوائی اور تباہی کے گڑھے سے نکالا، انہیں تحفظ بخشا، ان کے حقوق اجاگر کیے، ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے ان کے فرائض بتلائے اور انہیں شمع خانہ بنا کر عزت و احترام کی سب سے اونچی مسند پر فائز کر دیا اور

تربیتِ اولاد چند رہنما اصول

کھ محمد سعد صالح

اوروں کی دیکھا دیکھی میں اور کبھی عدم توجہی کے باعث۔ بچہ کوئی غلطی کرے تو اس پر پیار سے باز پرس ضرور کرنی چاہیے تاکہ اسے احساس ہو کہ یہ غلطی دوبارہ نہیں کرنی ہے اور یہ کہ مجھ سے پوچھنے والے لوگ موجود ہیں جو میرے ہر عمل کی نگرانی کرتے ہیں۔ عام طور پر والدین محبت کے دھوکے میں آکر ایسے مواقع پر یہ کہتے ہوئے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ ”ابھی تو بچہ ہے۔ بعد میں سیکھ جائے گا۔“ یاد رہے یہ ایک تباہ کن غلطی ہوتی ہے جو بچے کی تربیت میں بہت منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔ بعد میں کبھی نہیں سیکھا جاتا، بچپن کا سیکھا بچپن تک ساتھ چلتا ہے۔ پکڑ نہ کرنے کے باعث بچہ اپنی غلطی کی اصلاح کے بجائے اس پر جری ہو جاتا ہے۔ یوں غلطی در غلطی کی ایک لڑی بنتی چلی جاتی ہے۔

اچھائی کی تعریف: بچے پاک طینت اور صاف دل ہوتے ہیں۔ برائیوں کی طرح ان کی اچھائیوں کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ کوئی اچھی بات کہیں، اچھا کام کریں تو تعریف ضرور کرنی چاہیے۔ (بقیہ صفحہ نمبر 40 پر)

بچوں کی تربیت اس دور کا سب سے اہم چیلنج بن چکا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ تربیتِ اولاد ایک نہایت صبر آزما اور جاں گسل کام ہے مگر اس کے نتائج و ثمرات کو مد نظر رکھا جائے تو یہ کام مشکل نہیں رہتا۔ بڑے مقاصد کے لیے بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ بچوں کو معاشرے کا ایک کارآمد فرد اور دنیا و آخرت کا بہترین ذخیرہ بنانے سے بڑا مقصد اور کیا ہو سکتا ہے! سو اس لحاظ سے اس راہ کی مشقتیں پھر بھی کم ہیں۔ دوسری طرف یہ بھی برحق ہے کہ نیک کام کے ہر مرحلے پر خدا کی مدد و نصرت شامل حال رہتی ہے، جس سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ ذیل میں چند ایسے اصول لکھ رہے ہیں جو تربیت کے لیے نہایت موزوں ثابت ہوں گے۔ تجربہ اس بات کا مشاہد ہے۔

اولاً تو یہ ذہن میں رکھیں کہ بچے کی مثال ایک سادہ لوح کی ہے۔ وہ اپنے بڑوں کو دیکھ دیکھ کر اس لوح میں رنگ بھرتا ہے۔ جیسا معاملہ اور برتاؤ اس کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ اس کی زندگی کے ضابطے بنتے جاتے ہیں۔ اس لیے والدین کو خصوصاً بچوں کے حوالے سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

1:- غلط کی حوصلہ شکنی: عموماً بچے غلطیاں کر دیتے ہیں۔ کبھی تو

آئینہ طب و صحت

امراض و احتیاط

آنتوں کے امراض

کچھ حکیم شمیم احمد

دانشمندانہ طریقہ

معمول بنا لیجیے۔ اس سے آپ ذہنی طور پر آسودہ رہنے لگیں گے، جسم کی سستی دور اور دماغ تیز ہو جائے گا۔

بیماریوں کی آماجگاہ

آنتوں کے امراض کو جنم دینے میں سب سے زیادہ اہم کردار قبض کا ہے۔ اطبانے اس کو امراض کہا ہے۔ اس قبض کی وجہ سے جسم کئی بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ

صبح تڑکے گھوڑے کی سواری کی مشق کے دوران ایک سرخ اور سفید رنگت کے بلکہ سرو کے درخت کی طرح سیدھے اور توانا بزرگ ہاتھ میں لوٹا لیے سڑک سے پرے واقع پیلو کے درختوں کے جھنڈ کی طرف تیز قدم چلتے ملا کرتے تھے۔ ان کی اس تیز قدمی کا سبب لوٹے کی وجہ سے تو سمجھ میں آتا تھا، لیکن پھر بھی ذہن الجھا رہتا تھا، آخر ایک روز گھوڑا روک کر سلام کیا اور معذرت کے بعد پوچھ ہی لیا کہ محترم کیا آپ کے گھر میں بیت الخلا نہیں ہے؟ اس پر وہ ہنس دیے اور بولے ”میاں ہر مسلمان گھر کی طرح میرے گھر میں بھی بیت الخلا ہے، مگر صبح روزانہ دو میل میرے چلنے کی ایک توجہ یہ ہے کہ باقاعدہ ورزش ہو جائے، دوسری وجہ کیا بتاؤں؟ یوں سمجھ لیجیے یہ ایک اہم ضرورت ہے، جس

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ قبض کی شکایات دورِ حاضر میں بہت ہی عام ہو گئی ہیں، لیکن یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ ماضی میں یہ موجود نہیں تھیں۔ طب اسلامی، طب ہندی اور چینی طب کے علاوہ تقریباً تمام مقامی طبوں میں اس سے نجات کے لیے کئی قسم کے اطرینفل، گولیاں اور سفوف مستعمل تھے۔ ان کے علاوہ لوگ زیتون کا تیل اور روغن دارسالن بلکہ شوربے، دال وغیرہ کا استعمال بھی اس مقصد کے لیے کرتے تھے۔ غذا میں پھوک یا ریشے کی مقدار بڑھا کر بھی اس سے مستقل نجات حاصل کرنے کا دانشمند طریقہ بھی عام تھا۔

صحت کی بحالی

سب سے پہلے نیند پوری کرنے کی کوشش کیجیے، کچھ عرصہ آپ بستر پر جلد لیٹنے کے باوجود سو نہیں سکیں گے، لیکن اس پر عمل کرتے رہے۔ لیٹے لیٹے گہری سانس، دھیرے دھیرے لیتے رہیے، ذہن کو زیادہ سے زیادہ خالی رکھنے کی کوشش کیجیے۔ روٹھی ہوئی نیند آپ سے من جائے گی۔ ہر رات چھ سے آٹھ گھنٹے کی نیند سے آپ کے جسم کے تمام انتظام بحال ہونے لگیں گے، بھرپور نیند لینے کے بعد صبح کے وقت آدھے گھنٹے کی ورزش کو اپنا

کا پورا کرنا میری عمر میں بہت ضروری ہو جاتا ہے۔ یہ صحت کا مسئلہ ہے جو آپ کی عمر میں تنگ نہیں کرتا، لیکن میری عمر میں اس کی وجہ سے صحت کے کئی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک مرض ہے، جسے قبض کہتے ہیں، یعنی پیٹ جوانی کی طرح وقت پر خالی نہیں ہوتا۔ دو میل کی اس روزانہ کی ورزش سے یہ مسئلہ مجھے تنگ نہیں کرتا، بلکہ بھوک تیز، صحت بہتر اور جسم توانا رہتا ہے۔ میری یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ آنت بھاری، ماتھا بھاری، قبض نہیں ہوگا تو جسم ہلکا اور مضبوط رہے گا اور دماغی صلاحیتیں بھی ہمیشہ توانا رہیں گی۔

نمایاں تبدیلی کی گواہی

ورزش ضروری ہے: جسم میں فاضل چربی کے کم ہونے سے پھیپھڑوں کے علاوہ قلب پر رہنے والا دباؤ بتدریج ہٹتا چلا جاتا ہے، اس لیے ورزش جو بھی ہے، اس سے پہلے دو تین گلاس تازہ پانی ضرور پیئیں، اس طرح آنتوں کی خشکی اور سستی دور ہو کر اچھی

بھوک لگے گی۔
صحت کا خیال کیجیے: ناشتے میں دلیہ اور چوکروالی روٹی، تازہ دہی، تازہ دودھ اور تازہ پھل شامل کیجیے۔ آپ صبح ناشتے میں بھی ملی جلی سبزیوں کی تھوڑی مقدار شامل کر کے صحت کی شاہراہ پر اپنی پیش قدمی کی رفتار بڑھا سکتے ہیں۔ یہ فائدے آپ کی زندگی میں نمایاں تبدیلی کی گواہی دیں گے۔ ہائی بلڈ پریشر، زیا بیٹس اور گٹھیا وغیرہ جیسی شکایات میں نمایاں کمی آتی جائے گی۔ گردوں پر ان امراض کی وجہ سے پڑنے والا بوجھ کم ہوگا۔ اسی کے ساتھ شاہراہ صحت پر آپ کی رفتار میں اضافہ ہوتا جائے گا اور آپ نفسیاتی شکایات کے علاوہ معاشی طور پر بھی فائدے محسوس کرنے لگیں گے اور غیر ضروری دواؤں سے نجات دہنی آسودگی کا سبب بنتی جائے گی۔

☆☆☆

بقیہ: اسلام، عورت اور یورپ

اہتمام کیا جبکہ یورپ نے سینما گھر، وی سی آر، ڈش اور کیبل نیٹ کے شیطانی جال بچھا کر عفت مآب خاندانوں کو ذلت آمیز انجام سے دوچار کیا۔ مخلوط تعلیم دلو کر آشناؤں کے ساتھ فرار کے راستے دکھائے۔ اپنے عدالتی نظام کے ذریعے کورٹ میرج کروائے اور اپنے سیاسی نظام کے ذریعے اسمبلیوں کی زینت بنایا۔ یورپ نے عورت کی فطری نزاکتوں کو اسلام کے خلاف اس برے طریقے سے استعمال کیا اور اتنا غلیظ پروپیگنڈہ کیا کہ آج یوں محسوس ہوتا ہے گویا اسلام عورتوں کے حقوق کا مخالف اور یورپ ان کا محافظ ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع میں نہایت جامع ہے۔ یورپ سے متاثر طبقے بالخصوص خواتین کو اس کا لازمی مطالعہ کرنا چاہیے۔ تاکہ ان کے سامنے حق واضح ہو جائے اور کفر و طاغوت کی سازشوں کا قلع قمع ہو جائے۔ (م-۱) ☆☆☆

آئینہ فقہ و فتاویٰ

دینی مسائل

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

سوال نمبر: 167869

عنوان: بچے کو ماں کا دودھ کس عمر تک پلایا جاسکتا ہے؟
سوال: میرا دو سال کا پہلا بیٹا ہے۔ اس نے اپنی ماں کا دودھ کبھی نہیں پیا۔ اب میری بیٹی پیدا ہوئی ہے جو ماں کا دودھ پیتی ہے۔ کیا اب پہلے بیٹے کو بھی ماں کا دودھ پلا سکتی ہے؟ ۲۔ یا اب یہ دودھ صرف بیٹی کا ہی حق ہے؟ ۳۔ بیٹے اور بیٹی کو کتنی عمر تک ماں کا دودھ پلایا جاسکتا ہے؟ ۴۔ بیٹی ماں کے سینہ کو منہ نہیں لگاتی، کیا دودھ پمپ (breast pump) سے نکال کر پلایا جاسکتا ہے؟

جواب نمبر: 167869

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1440/05=M/437-486:Fatwa

(۲،۱) جب بیٹا دو سال کا ہو گیا ہے تو اب اس کو ماں کا دودھ پلانا درست نہیں، جو بیٹی اب پیدا ہوئی ہے اس کو ماں کا دودھ پلا سکتے ہیں۔

(۳) مدت رضاعت (دودھ پلانے کی مدت) مفتی بہ قول کے مطابق دو سال تک ہے چاہے بیٹا ہو یا بیٹی، دو سال کی عمر ہو جانے کے بعد بچے کو ماں کا دودھ نہیں پلانا چاہئے۔

(۴) ایسی صورت میں دودھ پمپ سے نکال کر پلانے میں حرج نہیں۔ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ الْآیة (البقرة)۔

سوال نمبر: 171554

عنوان: شوہر کے انتقال کے بعد بیوی بچوں کا خرچہ کس پر ہے؟

سوال: شوہر کے انتقال کے بعد اس کی بیوی بچوں کا خرچہ کس کے ذمہ ہے؟ شوہر کے گھر والوں کے ذمہ یا بیوی کے گھر والوں کے ذمہ؟

جواب نمبر: 171554

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1440/11=SN/793-970:Fatwa

بیوی کا خرچہ مرحوم شوہر کے گھر والوں پر نہیں ہے، اگر بیوی کے پاس مال ہے تو اس کا خرچہ خود اس پر ہے، اگر مال نہیں ہے تو اس کے والد کے ذمے اس کا خرچہ ہے۔ (ب) مرحوم نے اگر چھوٹے بچے چھوڑے ہیں تو دیکھا جائے گا کہ ان کے پاس کچھ مال ہے یا نہیں؟ اگر ہے خواہ پہلے سے ان کے پاس رہا ہو یا والد کے ترکہ سے ملا ہو تو ان کے اپنے مال سے ان پر خرچ کیا جائے گا، اگر مال نہیں ہے تو پھر ان کا خرچہ دادا اور ماں کے

سوال نمبر: 156689

عنوان: رضا مندی سے شوہر کے علاوہ کسی سے بچہ ہو تو

ولدیت میں کس کا نام ہوگا؟

سوال: اگر کسی شادی شدہ عورت کو اپنے شوہر کے علاوہ

کسی اور سے بچہ ہو جائے اگر شوہر سے نہ ہو رہا ہو اور جس میں

عورت کی بھی مرضی ہو تو بچے کے باپ کا نام کس کا ہوگا؟ اور کیا

وہ بچہ رکھا جاسکتا ہے؟ اور اگر رکھا جاسکتا ہے تو اس اولاد کے

نکاح میں کس باپ کا نام لکھا جائے گا؟

جواب نمبر: 156689

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1439/3=B/261-333:Fatwa

زنا کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اگر شوہر کے علاوہ کسی اور شخص نے

شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کی اور پھر لڑکا پیدا ہوا تو وہ

لڑکا اصل شوہر کا ہی ہوگا۔ وہ ولد الزنا نہ ہوگا۔ اس کو رکھنا جائز

ہے، اس کے نکاح میں اصل شوہر کے نام کے ساتھ اس کی

ولدیت لکھی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

ذمے اثلاً یعنی دو حصے دادا پر اور ایک حصہ ماں کے ذمے لازم

ہے۔ واضح رہے کہ اگر بچے ماں کی حضانت و پرورش میں ہوں

تب بھی ان کا خرچہ بیوی کے گھر والوں پر نہیں ہے؛ بلکہ حسب

تفصیل سابق ان کا خرچہ خود ان کے مال پر یا ان کے دادا اور

ماں پر شرعاً لازم ہوگا۔

(لا) تجب النفقة بأنواعها (لمعتدة موت

مطلقاً) ولو حاملاً (الدر المختار وحاشية ابن عابدين

(رد المحتار) 5/334، ط: زكريا) (وتجب) النفقة

بأنواعها على الحر (لطفله) يعم الأنثى والجمع

(الفقير) الحر، فإن نفقة المملوك على مالكة

والغنى في ماله الحاضر.... (وكذا) تجب (لولده

الكبير العاجز عن الكسب) كأنثى مطلقاً إلخ (الدر

المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) 5/

336، ط: زكريا)

نوٹ: شوہر کے گھر والوں پر ضروری ہے کہ مرحوم بیٹے

نے جو کچھ ترکہ چھوڑا ہو اس کی شریعت کے مطابق تقسیم کر کے

بیوی اور بچوں کو ان کا حق دیں۔

وفیات

نہایت افسوس کے ساتھ قارئین کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ جناب عبداللہ وکیل صاحب مرحوم 82 سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، 28 جولائی

2021ء بہ وقت 10 بجے شب مرحوم کا انتقال ہوا، انتقال کے وقت مرحوم اپنے گاؤں شبول رتھوس بہار میں موجود تھے، ان کی تدفین شبول کے قبرستان میں تقریباً

2:30 عمل میں آئی، اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ مرحوم نے اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں، جن میں سب کے

سب الحمد للہ شادی شدہ ہیں۔ سوگوار میں اہلیہ، اصغر کمال، عارف کمال، آصف کمال، منظر الحسن، خالد تنویر (عرف نیاز) وغیرہم شامل ہیں۔ اللہ تمام پسماندگان کو صبر

جمیل عطا فرمائے۔ قاری محمد فاروق جامعی پروہی

وفیات

حالیہ دنوں میں جن اصحاب فکر و نظر اور ملت میں ستون کی حیثیت رکھنے والے جن حضرات کی وفات کی اطلاع ادارہ کو موصول ہوئی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہے۔ لہذا قارئین ماہنامہ آئینہ حق دہلی سے درخواست ہے کہ ان تمام حضرات کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ ادارہ آئینہ حق جملہ پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں دعاء گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین (ادارہ)

زینت القرآن کے بہت ہی مخلص سفیر جناب حافظ ابرار صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ جامعہ اسلامیہ بیت العلوم پہلی مزرعہ کے استاد جناب حضرت قاری عبدالرحمان صاحب کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ بابری مسجد کی شہادت میں سرگرم حصہ لینے والے سابقہ کارسیوک بلیئر سنگھ (karsevak Balbir-ex Singh) جو مسلمان (محمد عامر) (Mohammad Amir) ہو گئے تھے ان کا پرانے شہر کے علاقہ حافظ بابا نگر میں انتقال ہو گیا۔ فقیہ الامت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے خادم خاص، خلیفہ اجل حضرت مفتی ابراہیم افریقی صاحب جنوبی افریقہ میں اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔ استاذ الاساتذہ و فخر چمپارن مولانا نذیر احمد قاسمی صاحب کا ۱۰۰ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔

والدہ محترمہ جناب قاری عرفان صاحب علمی چروڑی صدر جمعیت علماء ہند لوئی۔

☆☆☆

انتہائی افسوس کے ساتھ یہ خبر سنی جا رہی ہے کہ خاندان شاہ سعید رحمہ اللہ کے چشم و چراغ اور مدرسہ بدر الاسلام شاہ گنج کے ناظم حضرت مولانا حمزہ صاحب نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون مولانا اظہار الحق ویشالوی کا سورت سے واپسی کے دوران ٹرین میں متھرا کے قریب اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہو گیا ہے۔ مولانا محمد قاسم مظاہری بن محمد مسلم انصاری (م ۱۹۹۷) بن جانومیاں ساکن اوکڑی، ڈاک خانہ بکروڈیہ وایا کرمانڈ ضلع جام تاڑا جھارکھنڈ کا جمعرات دن گزار کر جمعہ کی شب سوا گیارہ بجے ۱۷ جون ۲۰۲۱ء مطابق ۵ ذیقعدہ ۱۴۴۲ھ کو انتقال ہو گیا۔

مدرسہ صوت القرآن کے ناظم حضرت مولانا محمد ایوب نظامی قاسمی دامت برکاتہم کے والد محترم حاجی محمد نظام الدین صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب انوار الحق صاحب کپڑے والے، مدرسہ



آئینہ اخبار

کھ ادارہ

ایک کھیل کے دوران حادثے کا شکار ہونے کے بعد سے معزور ہو گئے تھے اور بینائی انتہائی کمزور ہو گئی تھی۔ وہ ساری عمر وہیل چیئر پر ہے اور اسی پر سرجہ جدوجہد کی۔ شیخ احمد یاسین کو ۲۰۰۴ء میں امریکی ہیلی کاپٹر نے اندھا دھند فائرنگ کر کے کر دیا گیا تھا جس کے بعد اسماعیل ہانیہ اہم ذمہ داریاں نبھاتے اور ۲۰۰۶ء میں پارلیمانی انتخابات میں کامیابی حاصل کر کے سب کو حیران کر دیا تھا۔ اسماعیل ہانیہ انتخابات میں کامیابی کے بعد وزیراعظم بھی بنے، تاہم اسرائیل سمیت یورپی یونین اور امریکہ نے انہیں قبول نہیں کیا جس کے بعد ۲۰۰۷ء میں الفتح کی حکومت سے بغاوت کر کے غزہ میں اپنی حکومت قائم کر لی۔

پیگاسس جاسوسی کارافیل کنکشن

کانگریس لیڈر پی چدمبرم نے نشاندہی کی ہے کہ اسرائیلی اسپائی ویئر کا استعمال ان دو فرانسیسی صحافیوں کے خلاف کیا گیا، جنہوں نے رافیل سودے میں بدعنوانی کی حقیقت کو بے نقاب کیا ہے۔ یاد رہے کہ میڈیا پارٹ ٹائی ویب سائٹ سے تعلق رکھنے والے ان دونوں صحافیوں کے موبائل میں پیگاسس کی موجودگی کی تصدیق گزشتہ دنوں فرانسیسی جانچ ایجنسیوں نے بھی کی ہے۔ چدمبرم نے اس کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے ایک ٹیوٹ میں سوال کیا ہے کہ ”کیا اب حکومت شتر مرغ کی طرح ریت میں سرچھپانے کے بجائے پیگاسس کے غلط استعمال کے خلاف پارلیمنٹ میں بحث کے مطالبے پر راضی ہوگی؟“ ان کے مطابق جب پورا پوزیشن تفصیلی بحث چاہتا ہے تو حکومت اس سے کب تک خود کو بچا سکتی ہے۔“

کشیدگی کم کرنے کے لیے

ہند۔ چین کے فوجی کمانڈروں کی ملاقات

چین اور ہندوستان کے فوری کمانڈروں کے مابین دونوں ممالک کی باہمی سرحدوں پر کشیدگی کم کرنے کے لیے مذاکرات ہوئے۔ ہندوستانی فوج کے ترجمان کے مطابق یہ ملاقات ہفتے کے روز مشرقی لداخ کے علاقے میں چین کے ساتھ سرحد پر ہوئی۔ ممکنہ طور پر آج طرفین کی جانب سے بیانات جاری کیے جائیں گے۔ پندرہ جولائی کو تاجکستان میں دونوں ممالک کے وزرائے خارجہ کی ملاقات ہوئی تھی، جس میں فوجی سطح پر مذاکرات جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

اسماعیل ہانیہ دوسری مرتبہ

حماس کے سربراہ منتخب

غزہ فلسطین کی مزاحمت پسند تنظیم حماس کی صدارت کے لیے دوسری بار اسماعیل ہانیہ کا انتخاب کر لیا گیا۔ عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق ۲۰۱۷ء فلسطینی تنظیم حماس کی سربراہی کرنے والے اسماعیل ہانیہ کو دوسری بار صدر منتخب کر لیا گیا۔ وہ ۲۰۲۵ء تک حماس کے صدر رہیں گے۔ اسماعیل ہانیہ کے حماس کی سربراہی سنبھالنے کے بعد سے حماس نے اسرائیلی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے اور کئی مقامات پر فتح حاصل کیا ہے۔ حال ہی میں اسرائیل ۱۴ روزہ بمباری کے بعد حماس کے ساتھ سیز فائر پر مجبور ہو گیا تھا جسے حماس نے اپنی کامیابی قرار دیا تھا۔ ۵۸ سالہ اسماعیل ہانیہ حماس کے بانی احمد یاسین کے دست راست رہے ہیں۔ احمد یاسین ۱۲ سال کی عمر میں

امت مسلمہ کے عائلی مسائل جیسے نکاح، طلاق، خلع اور وراثت سے متعلق
شرعی احکام سے واقفیت کے لئے ماہنامہ آئینہ حق کا خصوصی شمارہ

اشتہار

مسلم پرسنل لاء نمبر

جس کا مطالعہ ہر گھر اور ہر فرد کے لئے از حد ضروری ہے



صفحات: 312

سائز: 7.25 by 10.25

رعایتی قیمت 200 (ڈاک خرچ کے علاوہ)

محسن ملت حضرت مولانا اسرار الحق قاسمی (ایم پی) کی حیات و خدمات پر
ماہنامہ آئینہ حق دہلی کی ایک وسیع دستاویزی پیشکش

محسن ملت نمبر



مطالعہ میں ضرور رکھیں

صفحات: 278

سائز: 7.30 by 09.75

رعایتی قیمت 200 (ڈاک خرچ کے علاوہ)

جلدی رابطہ کریں ایڈیشن محدود ہے

نوٹ: قارئین کے لئے بہتر ہے کہ رجسٹرڈ ڈاک سے منگوائیں سادی ڈاک سے منگوانے کی صورت میں
اگر موصول نہ ہو سکا تو ادارہ دوبارہ بھیجنے سے قاصر ہوگا۔ رابطہ نمبر 8586838060

DL(E)-20/5526/2020-22

R.N.I.No.DELURD/2001/03171

Monthly **AAINA-E-HAQUE** Delhi

Date of Issue : 09/10 August-2021

Volume : 21

Issue No. : 08

August-2021

عثمانیہ بک ڈپو

نزد جامعہ عربیہ سرانج العلوم راجیونگر، منڈولی، دہلی ۱۱۰۰۹۳

ہمارے یہاں خوبصورت کتابت، دلکش ڈیزائن اور معیاری طباعت کے ساتھ پوری کتاب تیار کی جاتی ہے، خواہش مند حضرات رجوع کریں، ایمانداری و دیانت داری اپنا اصول ہے! اسی طرح آرڈر پر درسی و غیر درسی کتب، قرآن شریف قاعدے، سیپارے، دینی کتابیں، لغات ہر زبان میں ہر وقت دستیاب ہیں۔ ان کے علاوہ ٹوپیاں تسبیحات، سفری جائے نماز عطریات، رومال، دسترخوان، دارالعلوم کیلنڈر، دارالعلوم ڈائری و دیگر اسلامی کیلنڈر وغیرہ رٹیل اور تھوک ریٹ پر ملک و بیرون ملک بھیجنے کا مناسب نظم ہے۔ قاری محمد فاروق جامعی

منیجنگ ڈائریکٹر

عثمانیہ بک ڈپو راجیونگر، منڈولی، دہلی ۱۱۰۰۹۳

موبائل:

+91 9811759209

Monthly **AAINA-E-HAQUE** ,Delhi

C.18, 2nd Floor, Street No.01, Rajiv Nagar, Mandoli, Delhi-110093 (India)

E-mail: aainaehaque80@gmail.com, Mob:+91-8586838060 09811759209